مجلس انصار اللہ یوکے علمی تعلیمی تربیتی مجلہ

انصار الدین

مارچ، اپریل ۲۰۱۲ء امان، شہادت ہجری شمسی ۱۳۹۱ جلد ۹ شمارہ ۲



Baitul Aman Mosque Hayes



مجلس عاملہ انصار اللہ یو کے (بشمول نائبین) 2012ء حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہمراہ

﴾بسم الله الرحمٰن الرحیم نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم وعلیٰ عبده المسیح الموعودؑ﴿

انصار الدین

جلد 9 نمبر 2 مارچ تا اپریل 2012ء

فہرست مضامین

انصار اللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ

وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

صدر مجلس انصار اللہ

چودھری وسیم احمد

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر: محمود احمد ملک

نائبین: نوید احمد، حبیب الرّحمٰن غوری

مینیجر: محمود علی مرزا

ترسیل: فیاض احمد ملہی ﴿انچارج﴾

زاھد احمد باجوہ، شہباز احمد، ارشد محمود، ادریس احمد بٹر، محمد اختر، میاں اخلاق احمد، رانا ظہور احمد

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ

کیا آپ حضرت امیر المومنین

خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات

اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے

روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں

اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟!

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

درس القرآن

نماز برائیوں سے بچنے کا ذریعہ

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۔(العنکبوت:46)

ترجمہ: تو کتاب میں سے، جو تیری طرف وحی کیا جاتا ہے، پڑھ کر سنا اور نماز کو قائم کر۔ یقیناً نماز بے حیائی اور ہر ناپسندیدہ بات سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر یقیناً سب (ذکروں) سے بڑا ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس آیت کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

''نماز یقیناً بری اور ناپسندیدہ باتوں سے لوگوں کو روکتی ہے۔ ان بری باتوں سے بھی جو انسان کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں اور ان سے بھی جو سوسائٹی پر گراں گزرتی ہیں۔ کیونکہ نماز باجماعت اسلام میں پانچ وقت کی مقرر ہے۔ اگر نماز باجماعت ان میں قائم ہو جائے گی تو ان کا بہت سا وقت خدا تعالیٰ کی عبادت میں لگ جائے گا اور نماز میں خرچ ہونے والا وقت ان کو بے حیائیوں اور بدکاریوں سے بچاتا رہے گا۔ اسی طرح نماز میں جب دعائیں ہوتی رہیں گی۔ اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی تو وہ دعائیں خدا تعالیٰ کا فضل کھینچ کر ان کی اپنی اصلاح کا بھی موجب ہوں گی اور دوسروں کی اصلاح اور ترقی کا موجب بھی بن جائیں گی۔ اسی طرح نماز میں جو قرآن کریم کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تسبیح و تحمید کی کثرت ہوتی ہے اس کا دل پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ انسان گناہوں سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے ......بغیر دعاؤں کے پاکیزگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ تلاوت قرآن سے تم دنیا کے خیالات بیشک تبدیل کر سکتے ہو۔ لیکن دنیا میں پاکیزگی بغیر فضل الٰہی کے نہیں ہو سکتی اور یہ فضل دعاؤں سے ہی حاصل ہوگا۔ پس نمازیں پڑھو اور دعائیں مانگو تا کہ اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے تمہیں کھڑا کیا ہے اس میں تمہیں کامیابی حاصل ہو۔ .....نماز بدیوں اور گناہوں سے روکتی ہے۔ گویا نماز صرف عبودیت کا اقرار نہیں۔ بلکہ قلب انسانی کو جلا دینے والی شے بھی ہے اور اس کی مدد سے انسان بدیوں اور بدکرداریوں سے بچتا ہے اور اس کا وجود بنی نوع انسان کے لئے مفید ہو جاتا ہے۔ اب جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ نماز کی اصل غرض اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا اور نفس کی اصلاح کرنا ہے تو جس طریق عبادت سے یہ دونوں باتیں حاصل ہوتی ہوں وہی عبادت سچی عبادت سمجھی جائے گی اور اسی عبادت کی طرف ہدایت کرنے والا مذہب سچا مذہب ہوگا۔ اسلام نے اپنے پیروؤں کے لئے جو طریق عبادت رکھا ہے اس میں ان اغراض کو پورا کرنے کے لئے جو ذرائع استعمال کئے ہیں وہ اور کسی مذہب نے نہیں کئے اور ہر ایک انسان معمولی غور سے کام لے کر بھی سمجھ سکتا ہے کہ وہی ذرائع اس قابل ہیں کہ عبادت کی غرض کو پورا کر سکیں۔

(تفسیر کبیر جلد 7 ص 642)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نماز جمعہ کی اہمیت

حضرت سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق پاکیزگی اختیار کرے اور تیل لگائے اور گھر سے خوشبو لگا کر چلے اور دو آدمیوں کو الگ الگ نہ کرے (یعنی اپنے بیٹھنے کے لئے زبردستی پرے نہ ہٹائے) اور پھر جو نماز اس پر واجب ہے وہ ادا کرے۔ پھر جب امام خطبہ دینا شروع کرے تو وہ خاموشی سے سنے تو اس کے اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان ہونے والے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری کتاب الجمعة باب الدهن للجمعة)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس نے متواتر تین جمعے جان بوجھ کر چھوڑ دیئے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے''۔ (ترمذی کتاب الجمعة)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ سب سے پہلے آنے والے کو پہلا لکھتے ہیں اور پہلے آنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اونٹ کی قربانی کرے۔ پھر بعد میں آنے والا اس کی طرح ہے جو گائے کی قربانی کرے، پھر مینڈھا یعنی بھیڑ بکرا، پھر مرغی اور پھر انڈے کی قربانی کرنے والے کی طرح، پھر جب امام منبر پر آ جاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں اور ذکر کو سننا شروع کر دیتے ہیں۔ (بخاری کتاب الجمعة)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مذکورہ حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''بعض کام کرنے والے لوگ ایسے ہیں جن کو مجبوریاں ہوتی ہیں لیکن ایک ایسی تعداد بھی ہے جس میں یہ احساس ہی نہیں ہے کہ جمعہ پہ وقت پر جانا ہے۔ اکثر یہاں بہت سارے لوگ میرے سامنے مسجد کے اگلے حصے میں بیٹھے ہوتے ہیں، تقریباً نوے فیصد شاید وہی چہرے ہوتے ہیں اور آج بھی وہی ہیں۔ ان میں سے بعض کو میں جانتا ہوں وہ کام بھی کرتے ہیں اور عموماً یہاں اکثر لوگ اپنے کام کر رہے ہیں، کوئی ٹیکسی چلا رہا ہے کوئی دوسرے کام کر رہا ہے۔ تو یہ جلدی آنے والے بھی اور لیٹ آنے والے بھی اور نہ آنے والے بھی، ان کے کاموں کی نوعیت تقریباً ایک جیسی ہوتی ہے، تو وقت پر نہ آنا صرف نفس کا بہانہ ہے۔ آخر جو وقت پر آ کر بیٹھ جاتے ہیں، یہ بھی تو اپنے کام کا حرج کر کے آ رہے ہوتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو یاد رکھیں کہ جمعہ کی نماز پر جلدی آؤ اور اپنی تجارت، اپنے کاروبار اور اپنے کام چھوڑ دیا کرو اور ہمیشہ یاد رکھو کہ رزق دینے والی ذات خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اگر اس کے حکم پر عمل کرتے ہوئے، بظاہر نقصان اٹھاتے ہوئے بھی جمعہ کے لئے آؤ گے تو خدا تعالیٰ ایسے سامان پیدا فرما دے گا کہ جس نقصان سے تم ڈر رہے ہو وہ نہیں ہوگا اور اگر بالفرض کہیں کوئی تھوڑی بہت کمی رہ بھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس وجہ سے تمہیں اور ذریعوں سے برکتوں سے بھر دے گا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے''۔

کلام الامام علیہ السلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نہایت پُر معارف نصائح میں سے ایک حصہ ہدیۂ قارئین ہے:

''دنیا کے دن تو کسی نہ کسی طرح گزر ہی جاتے ہیں۔ شب تنور گذشت وشب سمور گذشت۔ غرباء اور مساکین بھی جن کو کھانے کو ایک وقت ملتا ہے اور دوسرے وقت نہیں ملتا اور آرام کے مکان بھی نہیں ہوتے ان کی بھی گزر ہی جاتی ہے اور امراء اور پلاؤ زردے کھانے والے اور عمدہ مکانوں اور بالا خانوں میں رہنے والے بھی اپنے دن پورے کر ہی رہے ہیں۔ کسی کا دکھ درد سے اور کسی کا عیش میں گزارہ ہوتا ہے۔ مگر عاقبت کا دکھ جھیلنا بہت مشکل ہے اور وہ عذاب اور اس کے دکھ درد نا قابل برداشت ہوں گے۔ لہٰذا دانا وہی ہے کہ جو اس ہمیشہ رہنے والے جہان کی فکر میں لگ جاوے۔

سو تم نمازوں کو سنوارو اور خدا تعالیٰ کے احکام کو اس کے فرمودہ کے بموجب کرو۔ اس کی نواہی سے بچے رہو، اس کے ذکر اور یاد میں لگے رہو۔ دعا کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھو۔ اپنی نماز میں جہاں جہاں رکوع و سجود میں دعا کا موقعہ ہے دعا کرو اور غفلت کی نماز کو ترک کردو۔ رسمی نماز کچھ ثمرات مترتب نہیں لاتی اور نہ وہ قبولیت کے لائق ہے۔ نماز وہی ہے کہ کھڑے ہونے سے سلام پھیرنے کے وقت تک پورے خشوع خضوع اور حضورِ قلب سے ادا کی جاوے اور عاجزی اور فروتنی اور انکساری اور گریہ وزاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح سے ادا کی جاوے کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہ ہی تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس طرح کمال ادب اور محبت اور خوف سے بھری ہوئی نماز ادا کرو۔

دیکھو یہ زمانہ بے وقت موتوں کا زمانہ آ گیا ہے۔ بھلا پہلے کبھی تم نے اپنے باپ دادا سے بھی سنا ہے کہ اس طرح اچانک موت کا سلسلہ کبھی جاری ہوا ہو۔ رات کو اچھا بھلا کام کاج کرتا اور چلتا پھرتا آدمی سوتا ہے اور صبح کو ایسی نیند میں سویا ہوا ہوتا ہے کہ جس سے جاگنا ہی نہیں۔ اب جس گھر میں یہ موت آئی گھر کا گھر اور گاؤں کے گاؤں اس نے خالی کر دیئے۔ ابھی انجام کی خبر نہیں کیا کیا دن آنے ہیں۔ ایک نادان اپنی نادانی کی وجہ سے جب طاعون چند دن کے لئے رک جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کسی مصلحت سے اسے بند کرتا ہے وہ کہتا ہے بس اب گئی، اب نہیں آئے گی۔ او میاں! ایسا ہمیشہ ہی ہوا کرتا ہے کہ بیماریاں آتی ہیں چار دن رہ کر چلی جاتی ہیں۔ مگر خدا کی باریک تدابیر سے وہ ناواقف ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ وہ مہلت دیتا ہے کہ بھلا ابھی ان میں کچھ صلاحیت اور تقویٰ اور خوف بھی پیدا ہوا ہے یا نہیں۔

اس طاعون کا پچھلا تجربہ بتاتا ہے کہ ایک ایک دورہ ستّر ستّر سال کا ہوا کرتا ہے۔ اس سے تو جنگل کے جانور نے بھی پناہ مانگی ہے۔ جب انسانوں کو ختم کر چکتی ہے تو جنگل کے حیوانوں اور درندوں کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ ایسے وقتوں میں خدا تعالیٰ بچا لیتا ہے ان لوگوں کو جو ان مصائب اور عذابوں کے نازل ہونے سے پہلے اپنے آپ کی اصلاح کرتے اور دوسروں سے عبرت پکڑتے ہیں، خدا تعالیٰ ان کی حفاظت خود کرتا ہے عذابوں اور شدائد کے وقتوں میں، جو آرام اور عیش کے وقت میں اس سے ڈرتے اور پناہ مانگتے ہیں۔ مگر جب عذاب کسی پر نازل ہو جاوے تب توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔

پس اب موقعہ ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو درست کرلو اور اس کے فرائض کی بجا آوری میں کمی نہ کرو۔ خلق اللہ سے کبھی بھی خیانت، ظلم، بدخلقی، تُرش رُوئی، ایذا دہی سے پیش نہ آؤ۔ کسی کی حق تلفی نہ کرو کیونکہ ان چیزوں کے بدلے بھی خدا تعالیٰ مواخذہ کرے گا۔ جس طرح خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی، اس کی عظمت، توحید اور جلال کے خلاف کرنے اور اس سے شرک کرنا گناہ ہیں اسی طرح اس کی خَلق سے ظلم کرنا۔ ان کی حق تلفیاں نہ کرو۔ زبان یا ہاتھ سے دُکھ یا کسی قسم کی گالی گلوچ دینا بھی گناہ ہیں۔ پس تم دونوں طرح کے گناہوں سے پاک بنو اور نیکی کو بدی سے خلط ملط نہ کرو''۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 177-176 جدید ایڈیشن)

فرمودات سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز شرائط بیعت کی دسویں شرط کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں:

''دسویں شرط یہ ہے۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ کہ اس عاجز سے عقداخوت محض للہ باقرارطاعت درمعروف باندھ کراس پرتاوقت مرگ قائم رہے گااوراس عقداخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کاہوگاکہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اورتعلقوں اورتمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو''۔

اس شرط میں حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام ہم سے اس بات کا عہد لے رہے ہیں کہ گوکہ اس نظام میں شامل ہوکرایک بھائی چارے کارشتہ مجھ سے قائم کررہے ہوکیونکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کابھائی ہے لیکن یہاں جومحبت اوربھائی چارے کارشتہ قائم ہورہاہے یہ اس سے بڑھ کرہے کیونکہ یہاں برابری کاتعلق اوررشتہ قائم نہیں ہورہابلکہ تم اقرارکررہے ہوکہ آنے والے مسیح کوماننے کاخدااوررسول کاحکم ہے۔اس لئے یہ تعلق اللہ تعالیٰ کی خاطر قائم کررہاہوں۔اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اوراسلام کواکناف عالم میں پہنچانے کے لئے، پھیلانے کے لئے رشتہ جوڑرہے ہیں۔اس لئے یہ تعلق اس اقرارکے ساتھ کامیاب اورپائیدارہوسکتاہے جب معروف باتوں میں اطاعت کاعہد بھی کرواورپھراس عہدکومرتے دم تک نبھاؤ۔اورپھریہ خیال بھی رکھوکہ یہ تعلق یہیں ٹھہرنہ جائے بلکہ اس میں ہرروز پہلے سے بڑھ کرمضبوطی آنی چاہئے اوراس میں اس قدرمضبوطی ہواوراس کے معیاراتنے اعلیٰ ہوں کہ اس کے مقابل پرتمام دنیاوی رشتے،تعلق،دوستیاں ہیچ ثابت ہوں۔ایسابے مثال اورمضبوط تعلق ہوکہ اس کے مقابل پرتمام تعلق اوررشتے بے مقصدنظرآئیں۔پھرفرمایاکہ:یہ خیال دل میں پیداہوسکتاہے کہ رشتہ داریوں میں کبھی کچھ لواورکچھ دو،کبھی مانواورکبھی منواؤ کااصول بھی چل جاتاہے۔تو یہاں یہ واضح ہوکہ تمہارایہ تعلق غلامانہ اورخادمانہ تعلق بھی ہے بلکہ اس سے بڑھ کرہوناچاہئے۔تم نے یہ اطاعت بغیرچون وچراکئے کرنی ہے۔کبھی تمہیں یہ حق نہیں پہنچتاکہ یہ کہنے لگ جاؤکہ یہ کام ابھی نہیں ہوسکتا،یاابھی نہیں کرسکتا۔جب تم بیعت میں شامل ہوگئے ہواورحضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی جماعت کے نظام میں شامل ہوگئے ہوتوپھرتم نے اپناسب کچھ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کودے دیااوراب تمہیں صرف ان کے احکامات کی پیروی کرنی ہے،ان کی تعلیم کی پیروی کرنی ہے۔اورآپ کے بعدچونکہ نظام خلافت قائم ہے اس لئے خلیفۂ وقت کے احکامات کی،ہدایات کی پیروی کرناتمہاراکام ہے۔لیکن یہاں یہ خیال نہ رہے کہ خادم اورنوکرکاکام تومجبوری ہے،خدمت کرناہی ہے۔خادم کبھی کبھی بڑبڑابھی لیتے ہیں۔اس لئے ہمیشہ ذہن میں رکھو کہ خادمانہ حالت ہی ہے لیکن اس سے بڑھ کرہے کیونکہ اللہ کی خاطراخوت کارشتہ بھی ہے اوراللہ کی خاطراطاعت کااقراربھی ہے اوراس وجہ سے قربانی کاعہدبھی ہے۔توقربانی کاثواب بھی اس وقت ملتاہے جب انسان خوشی سے قربانی کررہاہوتاہے۔تویہ ایک ایسی شرط ہے جس پرآپ جتناغورکرتے جائیں حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں ڈوبتے چلے جائیں گےاورنظام جماعت کاپابندہوتاہوااپنے آپ کوپائیں گے۔

بعض دفعہ بعض لوگ معروف فیصلہ یامعروف احکامات کی اطاعت کے چکرمیں پڑکرخودبھی نظام سے ہٹ گئے ہوتے ہیں اوردوسروں کوبھی خراب کررہے ہوتے ہیں اورماحول میں بعض قباحتیں بھی پیداکررہے ہوتے ہیں۔ان پرواضح ہوکہ خودبخودمعروف اورغیرمعروف فیصلوں کی تعریف میں نہ پڑیں۔غیرمعروف وہ ہے جوواضح طورپراللہ تعالیٰ کے احکامات اورشریعت کے احکامات کی خلاف ورزی ہے جیساکہ اس حدیث سے ظاہرہے۔حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے ایک لشکرروانہ فرمایااوراس پرایک شخص کوحاکم مقررکیاتاکہ لوگ اس کی بات سنیں اوراس کی اطاعت کریں۔اس شخص نے آگ جلوائی اوراپنے ساتھیوں کوحکم دیاکہ آگ میں کودجائیں۔بعض لوگوں نے اس کی بات نہ مانی اورکہاکہ ہم توآگ سے بچنے کے لئے مسلمان ہوئے ہیں۔لیکن کچھ افرادآگ میں کودنے کے لئے تیارہوگئے۔آنحضرتﷺ کوجب اس بات کاعلم ہواتوآپؐ نے فرمایاکہ اگریہ لوگ اس میں کودجاتے توہمیشہ آگ میں ہی رہتے۔نیزفرمایا:اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے رنگ میں کوئی اطاعت واجب نہیں۔اطاعت صرف معروف امورمیں ضروری ہے۔(سنن ابو داؤد۔ کتاب الجہاد)''

(خطبہ جمعہ ارشادفرمودہ 19ستمبر 2003ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی

چند اہم تربیتی امور سے متعلق راہنمائی و ہدایات

(سید شمشاد احمد ناصر)

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے خانہ کعبہ کی ازسرِ نو تعمیر کے وقت ایک اہم دعا کی تھی جو قرآن مجید (سورۃ البقرۃ:130) میں یوں درج ہے:

"اے ہمارے ربّ! ہماری یہ بھی التجا ہے کہ تو انہی میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے۔"

اور جب اللہ تعالیٰ نے اس دعائے ابراہیمی کو قبول فرماتے ہوئے ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں مبعوث فرمایا تو سورۃ الجمعۃ میں آپ کی آمد اور مشن کا تذکرہ ان الفاظ میں بیان فرمایا: "وہی خدا ہے جس نے ایک اَن پڑھ قوم کی طرف انہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جو ان کو خدا کے احکام سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے۔ اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی (وہ اسے بھیجے گا) جو ابھی تک ان سے نہیں ملی"۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے چار عظیم الشان کام بیان کیے ہیں اور یہی مشن امامکم منکم کے مصداق امام مہدی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی آپ کی نیابت میں ہے اور جب ہم نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو خدا کا فرستادہ، مسیح موعود اور رسول تسلیم کر لیا تو پھر یہی چار کام آپؑ کے خلفاء کے بھی ہوں گے یعنی نبی کریم ﷺ کا مشن اور آپ کے کاموں کی تکمیل و اشاعت خلفاء مسیح موعود بھی قیامت تک کرتے چلے جائیں گے کیونکہ جو خلیفہ آتا ہے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اپنے پیشرو کے کام کو جاری رکھے۔

نبی کریم ﷺ کے مشن کے ایک حصہ کا ذکر سورۃ الجمعہ میں یزکّیھم کے الفاظ میں آیا ہے کہ آپ کا ایک کام لوگوں کو خدا کے قریب کرنا، خدا تعالیٰ سے ان کا مضبوط تعلق قائم کرنا، ان کے قلوب و نفوس کا تزکیہ کرنا ہے۔ انہی امور کو آپ کی نیابت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ کہ تا وہ نیک چلن اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آسکے وہ پنج وقت نماز باجماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں وہ کسی کو زبان سے ایذاء نہ دیں وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنے کا خیال بھی دل میں نہ لاویں، غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بے جا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے بن جائیں اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 220)

اے خلافت احمدیہ کے پروانو اور جان نثارو! تمہیں خوش خبری ہو کہ خلافت احمدیہ قیامت تک اسی مشن کو جو رسول اللہ ﷺ کا مشن اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن ہے آپ کی نیابت میں ہماری روحانی، اخلاقی، تربیتی اور تزکیہ نفوس کے امور میں ہدایات و نصائح فرما کر ہمیں جادہ مستقیم پر قائم رکھے گی۔ انشاء اللہ۔

اس وقت جماعت احمدیہ حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قیادت میں اس مشن کی تکمیل اور ترویج کے لیے ترقی کی راہوں پر اور اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔ اور اس منزل کے حصول کے لیے جماعت احمدیہ کا ہر فرد خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، مرد ہو یا عورت، بچہ، بوڑھا اور جوان ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار اور آمادہ ہے۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب سے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق مسند خلافت پر متمکن ہوئے ہیں آپ جماعت کے افراد میں خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے، روحانیت میں آگے قدم بڑھانے، قرآن مجید کو مشعل راہ بنانے اور آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ پر قدم مارنے، تزکیہ نفوس کرنے اور خدمت انسانیت کرنے کے بارہ میں ہر ممکن راہنمائی فرما رہے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خطبہ، کوئی تقریر، کوئی خطاب، کوئی مجلس سوال و جواب اور درس ان امور سے خالی نہیں۔ حضور کی کسی ایک مجلس اور تقریر کو سننے سے تربیتی امور کے بارہ میں ہدایت اور راہنمائی مل جائے گی۔ خاکسار نے حضور کے مختلف مواقع پر ہونے والے خطبات و سوال و جواب کی مجالس اور تقاریر کے چند نمونے اکٹھے کئے ہیں جن کا تعلق ہماری روحانی و اخلاقی زندگی، تزکیہ نفس اور تقویٰ سے ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے پہلے خطبہ سے اِس وقت تک جتنے بھی خطبات دیئے ہیں ہر ایک میں ہماری روحانی زندگی کے لئے بار بار، ہزاروں مرتبہ اب تک نماز باجماعت کی طرف توجہ دلا چکے ہیں۔ خطبہ جمعہ 12 اپریل 2004ء میں آپ نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نماز قائم کرو۔ اور نماز قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ باجماعت نماز کی ادائیگی کرو۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ اپنی مساجد کو آباد کریں اور پانچ وقت نماز کے لئے مسجدوں میں آئیں۔ اور نہ صرف خود آئیں بلکہ اپنے بچوں کو بھی مساجد میں نماز پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ اور ہماری مساجد اتنی زیادہ نمازیوں سے بھرنی شروع ہو جائیں کہ

چھوٹی پڑ جائیں۔ خدا کرے کہ ہم اس کے عابد بندے بن سکیں۔ اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرنے والے ہوں۔'' (خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 229)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہماری روحانی زندگی کے لئے بار بار نماز باجماعت کی طرف توجہ دلائی ہے اور یہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ: **المومن فی المسجد کالسمک فی الماء**. کہ مومن مسجد میں اسی طرح ہے جس طرح مچھلی پانی میں۔ ظاہر ہے کہ مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح مومن مسجد کے بغیر روحانی زندگی سے محروم ہو جائے گا اور اس کی موت واقع ہو جائے گی۔

اپنی اولاد کو آگ میں گرنے سے بچائیں

حضور انور فرماتے ہیں کہ:

''نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو جماعتی نظام سے اس طرح جوڑیں، اپنی تنظیموں کے ساتھ اس طرح جوڑیں کہ دین ان کو ہمیشہ مقدم رہے اور اس بارہ میں ماں باپ کو بھی جماعتی نظام یا ذیلی تنظیموں سے بھرپور تعاون کرنا چاہیئے۔ اگر ماں باپ کسی قسم کی کمزوری دکھائیں گے تو اپنے بچوں کی ہلاکت کے سامان کر رہے ہوں گے خاص طور پر گھر کے جو نگران مرد ہیں ان کا سب سے زیادہ یہ فرض ہے اور ذمہ داری ہے کہ اپنی اولادوں کو اس آگ میں گرنے سے بچائیں جس آگ کے عذاب سے خدا تعالیٰ نے آپ کو یا آپ کے بڑوں کو بچایا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اپریل 2010، روزنامہ الفضل 6 اکتوبر 2010)

27 جون 2003ء کے خطبہ جمعہ میں حضور نے والدین کو تربیت سے متعلق اُن کے فرائض اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ:

''اپنے گھروں میں کبھی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جس سے نظام جماعت کی تخفیف ہوتی ہو یا کسی عہدیدار کے خلاف شکوہ ہو۔ وہ شکوہ اگر سچا بھی ہے پھر بھی اگر آپ نے اپنے گھر میں کیا تو آپ کے بچے ہمیشہ کے لئے اس سے زخمی ہو جائیں گے۔.......... اس لئے اکثر وہ لوگ جو نظام جماعت پر تبصرے کرنے میں بے احتیاطی کرتے ہیں، ان کی اولادوں کو کم و بیش ضرور نقصان پہنچتا ہے۔ اور بعض ہمیشہ کے لئے ضائع ہو جاتی ہیں۔''

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ 149، 150)

انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے لئے خصوصی نصائح

یکم اکتوبر 2010ء کو حضور انور نے خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:۔

''یہ دونوں تنظیمیں اپنی اہمیت کے لحاظ سے بڑی اہم تنظیمیں ہیں، جماعتی ترقی، تعلیم و تربیت اور اگلی نسلوں کو سنبھالنے میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو اگر ہماری خواتین اور مرد حقیقی رنگ میں محسوس کر لیں ...... تو اگلی نسل کی جماعت سے جڑے رہنے اور ان کے اخلاص و وفا میں بڑھتے چلے جانے کی ضمانت مل سکتی ہے.......... اگر ہم تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اپنی اور اپنے بچوں کی اصلاح، ذمہ داریوں کا احساس اور اپنے بچوں کو خدا کے قائم کردہ اس نظام سلسلہ کا حصہ بنائیں گے تو ہم بھی اس رحمت اور فضل کو حاصل کرنے والے بن جائیں گے ہماری اور ہماری نسلوں کی بقاء ہر حالت میں جماعت سے جڑے رہنے سے وابستہ ہے.....

ہمارے انصار اللہ اور لجنہ کی بھی ذمہ داری ہے کہ تقویٰ میں ترقی کر کے آئندہ نسلوں کے لئے پاک نمونے قائم کرنے والے بن جائیں...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمہارا ہتھیار دعا ہے اس لئے چاہئے کہ دعا میں لگے رہو، معصیت اور فسق کو دور کرنے کی ایک ہی راہ ہے اور وہ دعا ہے، ہماری جماعت کو چاہیے کہ راتوں کو رورو کر دعائیں کریں۔''

تربیت کے لحاظ سے ایک اور اہم بات نکاح اور شادی ہے۔ اس بارہ میں نصیحت اور راہنمائی فرماتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 25 ستمبر 2011 کو ایک نکاح کے موقع پر فرمایا:

''ہم نے دنیا میں اعلیٰ اخلاق کی ترویج کرنی ہے، اپنے نمونے دکھانے ہیں لیکن دوسری طرف جب وقت پڑے اور اپنے پر بات آئے تو بالکل اس کے الٹ حرکتیں ہو رہی ہوتی ہیں...... قول سدید ہے کہ سچائی پر قائم رہتے ہوئے رشتے قائم کرو...... یہ بھی یاد رکھیں کہ احمدی لڑکی کے لیے سخت پابندی ہے کہ وہ غیر احمدیوں میں نہیں بیاہی جا سکتی۔ تو احمدی لڑکیوں نے بھی بیاہنا ہے تو احمدی لڑکوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ احمدی لڑکیوں سے ہی نکاح اور شادیاں کریں۔ لڑکوں کو بعض دفعہ بعض حالات میں اجازت مل جاتی ہے لیکن لڑکیوں کو کسی حالت میں بھی اجازت نہیں ملتی اور حضرت اقدس مسیح موعود نے بڑے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ احمدی لڑکی کسی غیر کو دینا گناہ ہے۔ گناہ کا لفظ آپ نے استعمال فرمایا ہے اس لئے احمدی لڑکوں کا کام ہے کہ احمدی لڑکیوں سے رشتے کریں تا کہ اپنوں میں ہی رشتے ہوں۔ جماعت کی جو نسل ہے محفوظ رہے اور دونوں گھروں میں ایک ہی قسم کا ماحول ہو۔''

اسی سلسلہ میں حضور نے یہ بھی فرمایا کہ ''آیات نکاح میں **ولتنظر نفس ما قدمت لغد** ہے اس لئے رشتہ باندھتے وقت تمہاری نظر کل پر ہونی چاہئے یہ صرف خوشی کا موقعہ ہی نہیں بلکہ ایک بڑا سوچنے کا مقام ہے اور خوف کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جو وارننگ ہے ان پر دھیان دینے اور سوچنے کا مقام ہے۔''

(روزنامہ الفضل 14 اکتوبر 2011 صفحہ 3)

آج کل ٹی وی پر مختلف ڈراموں اور شوز میں شادی بیاہ کے موقع پر مختلف قسم کی رسومات دکھائی جا رہی ہیں اور میڈیا کے ذریعہ ایسی رسموں کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ احمدی معاشرہ نے میڈیا کے ان اثرات سے خود کو بھی محفوظ رکھنا ہے اور اس امر کا بھی خیال رکھنا ہے کہ کسی طور پر بھی یہ رسومات اور بدعات ہمارے احمدی معاشرہ میں راہ نہ پا سکیں۔ اس سلسلہ حضور کی چند ہدایات پیش کرتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں کہ:

''شادی بیاہ کی رسم جو ہے یہ بھی ایک دین ہی ہے جبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تم شادی کرنے کی سوچو تو ہر چیز پر فوقیت اس لڑکی کو دو، اس رشتے کو دو، جس میں دین زیادہ ہو۔ اس لئے یہ کہنا کہ شادی بیاہ صرف خوشی کا اظہار ہے خوشی ہے اور اپنا ذاتی ہمارا فعل ہے۔ یہ غلط ہے۔...... اگر شادی بیاہ صرف شور و غل اور رونق اور گانا بجانا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ شروع ہو کر اور پھر تقویٰ اختیار کرنے کی طرف اتنی توجہ دلائی ہے کہ...... شادی کی ہر نصیحت اور ہر ہدایت کی بنیاد ہی تقویٰ پر ہے۔ پس

اسلام نے اعتدال کے اندر رہتے ہوئے جن جائز باتوں کی اجازت دی ہے اُن کے اندر ہی رہنا چاہئے اور اس اجازت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔ حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے کہ دین میں بگاڑ پیدا ہو جائے''۔

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ سوم صفحہ 152، 153 خطبہ جمعہ فرمودہ 25 نومبر 2005)

شادی بیاہ کے موقع پر بعض رسومات کی ادائیگی پر اخراجات کے سلسلہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اب بعض رسوم کو ادا کرنے کے لیے اس حد تک خرچ کئے جاتے ہیں کہ جس معاشرہ میں ان رسوم کی ادائیگی بڑی دھوم دھام سے کی جاتی ہے وہاں یہ تصور قائم ہو گیا ہے کہ شاید یہ بھی شادی کے فرائض میں داخل ہے اور اس کے بغیر شادی ہو ہی نہیں سکتی''۔ (خطبہ جمعہ 15 جنوری 2010)

حضور مزید فرماتے ہیں کہ:

''مہندی کی ایک رسم ہے اس کو بھی شادی جیسی اہمیت دی جانے لگی ہے اس پر دعوتیں ہوتی ہیں، کارڈ چھپوائے جاتے ہیں اسٹیج سجائے جاتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ کئی کئی دن دعوتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور شادی سے پہلے ہی جاری ہو جاتا ہے، بعض دفعہ کئی ہفتہ پہلے جاری ہو جاتا ہے اور ہر دن نیا سٹیج بھی سج رہا ہوتا ہے...... یہ سب رسومات ہیں جنہوں نے وسعت نہ رکھنے والوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور ایسے لوگ پھر قرض کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں۔ غیر احمدی تو یہ کرتے ہی تھے اب بعض احمدی گھرانوں میں بھی بہت بڑھ بڑھ کر ان لغو اور بیہودہ رسومات پر عمل ہو رہا ہے...... پہلے میں نے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ مہندی کی رسم پر ضرورت سے زیادہ خرچ اور بڑی بڑی دعوتوں سے ہمیں رکنا چاہئے......اب میں کھل کر کہہ رہا ہوں کہ ان بے ہودہ رسوم و رواج کے پیچھے نہ چلیں اور اسے بند کر دیں''۔ (خطبہ جمعہ 15 جنوری 2010)

شادی کارڈ پر اسراف

''شادی کارڈوں پر بھی بے انتہا خرچ کیا جاتا ہے۔ دعوت نامہ تو پاکستان میں ایک روپے میں بھی چھپ جاتا ہے۔ یہاں بھی بالکل معمولی سا پانچ سات پینس (Pens) میں چھپ جاتا ہے۔ تو دعوت نامہ ہی بھیجنا ہے کوئی نمائش تو نہیں کرنی۔ لیکن بلاوجہ مہنگے مہنگے کارڈ چھپوائے جاتے ہیں۔ پوچھو تو کہتے ہیں کہ بڑا سستا چھپا ہے۔ صرف پچاس روپے میں۔ اب یہ صرف پچاس روپے جو ہیں اگر کارڈ پانچ سو کی تعداد میں چھپوائے گئے ہیں تو یہ پاکستان میں پچیس ہزار روپے بنتے ہیں اور پچیس ہزار روپے اگر کسی غریب کو شادی کے موقع پر ملیں تو وہ خوشی اور شکرانے کے جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے''۔ (خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 334)

شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں ڈانس اور ناچ

''عورتوں کا عورتوں میں ناچنے میں بھی حرج ہے...... جہاں تک گانے کا تعلق ہے تو شریفانہ قسم کے، شادی کے گانے لڑکیاں گاتی ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں''۔

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 94)

واقفین نو سے ملاقات کے دوران ایک میٹنگ میں سوال و جواب میں حضور انور سے ایک طالب علم نے سوال کیا کہ عاجزی انکساری کیسے پیدا ہو سکتی ہے اس پر

کلام الامام. امام الکلام

☆ میرے نزدیک سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 311)

☆ نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 591)

☆ جو شخص پنج گانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

(کشتی نوح)

☆ نماز دراصل ربّ العزّت سے دعا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 615)

☆ اطمینان وسکینتِ قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 402)

☆ نماز کی اصل غرض اور مغز دعا ہی ہے۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 234)

☆ نماز ہزاروں خطاؤں کو دُور کر دیتی ہے اور ذریعہ حصولِ قرب الٰہی ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 292)

☆ نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ (لیکچر سیالکوٹ۔ صفحہ 27)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''اپنے اندر خدا کا خوف پیدا کرو اپنے دل میں فیصلہ کرو کہ میں نے عاجز بننا ہے:

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں

خود اپنی کوشش سے عاجزی پیدا ہو سکتی ہے۔ کوئی کام کرلو تو خواہش پیدا ہو کہ لوگ میری تعریف کریں تو اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے پس اپنے لئے دعا کرو اور پانچوں نمازیں پڑھا کرو اپنی تعریف کروانے کی عادت سے بچو''۔

(روزنامہ الفضل 21 نومبر 2011 صفحہ 3)

پھر ایک اور سوال کے جواب میں کہ نوجوانی میں کس طرح خدا سے محبت پیدا کریں حضور نے فرمایا:

''اپنی نمازوں میں خدا تعالیٰ سے مدد مانگو کہ خدا تعالیٰ اپنی محبت پیدا کر دے۔ آنحضرت ﷺ کی یہ دعا پڑھا کرو: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ ...... اللہ تعالیٰ کا خوف ہو گا تو محبت بھی ہو گی۔ خدا تعالیٰ تو کہتا ہے کہ تم میری راہ میں ایک قدم آگے بڑھاتے ہو تو میں دو قدم آگے بڑھتا ہوں اور جب میری طرف کوئی چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑے ہوئے آتا ہوں۔ فرمایا اگر دنیا کی خواہشات بڑھ جائیں TV ڈراموں اور انٹرنیٹ پر اتنے مگن ہوں کہ نمازوں میں تاخیر ہو جائے تو پھر خدا کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی اس محبت کے حصول کے لیے اپنی خواہشات کی قربانی کرنی پڑتی ہے''۔ (الفضل 21 نومبر 2011 صفحہ 3)

11 مئی 2003 کو اپنے ایک مکتوب میں تمام جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا:

''اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہ نصیحت

ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت ہی میں پنہاں ہیں''۔ (الفضل انٹرنیشنل 23 تا 30 مئی 2003ء)

میرے عزیز بھائیو! آخر پر دو باتیں عرض کرنی چاہتا ہوں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ خلیفہ وقت کی بات ماننے اور ان کے حکم پر عمل کرنے میں ہی برکت اور کامیابی ہے۔ حضرت امیر المؤمنین دن رات جماعت کی تربیت اور روحانی امور کے لئے ہدایات دے رہے ہیں ان پر عمل کریں اور دعائیں کریں۔ بہت دعائیں کریں اور بہت دعائیں کریں اتنی دعائیں کریں کہ آسمان پر دہائی پہنچ جائے۔ یہ نہ ہو کہ نافرمانیوں سے اور اپنی خواہشات پر عمل کر کے قرآن وسنت اور حضرت مسیح موعود کی ہدایات کی واضح خلاف ورزی کر کے ہم دوہرا گھاٹا اٹھانے والے ہوں جیسا کہ وفات سے چند روز قبل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا:

''جماعت احمدیہ کے لئے یہ بہت فکر کا مقام ہے کیونکہ ایک طرف تو لاکھوں آدمی انہیں کافر کافر کہتے ہیں دوسری طرف اگر یہ بھی خدا تعالیٰ کی نظر میں مومن نہ بنے تو دوہرا گھاٹا ہے''۔ (حیات طیبہ صفحہ 352)

دوسری بات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہے:

''تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو''۔ (کشتی نوح صفحہ 15)

آپ مزید فرماتے ہیں کہ:

''دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذّت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اُس فتح سے بہتر ہے جو موجبِ غضبِ الٰہی ہو۔...... خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہئے۔...... پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔...... یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے.....خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اُس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے''۔ (رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 307 تا 309)

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں ہوں عافیت کا حصار

جماعت احمدیہ برطانیہ کے تحت
چوتھے انٹرنیشنل مسرور کرکٹ ٹورنامنٹ
کا کامیاب انعقاد

چوتھے انٹرنیشنل مسرور کرکٹ ٹورنامنٹ کا افتتاح 16 مئی 2012ء کی شام 7 بجے مسجد بیت الفتوح میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ یوکے نے کیا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد تعارفی کلمات میں مکرم مرزا عبدالرشید صاحب صدر مجلس صحت یوکے نے بتایا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے حضور انور کی ہدایات کے پیش نظر ہر سال ٹورنامنٹ میں حصہ لینے والی ٹیموں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ امسال ٹورنامنٹ میں آسٹریلیا، امریکہ، کینیڈا، جرمنی اور یوکے سے دو دو ٹیمیں جبکہ آئرلینڈ، بیلجیم، ناروے، پاکستان، سویڈن، شارجہ (یو اے ای) کی ایک ایک ٹیم شامل ہوئی جبکہ جامعہ احمدیہ یوکے اور عمیر الیون کی ٹیمیں بھی ٹورنامنٹ میں شریک تھیں۔

کھلاڑیوں کی رہائش مسجد بیت الفتوح میں تھی جبکہ امسال ٹورنامنٹ کے لئے کُل آٹھ گراؤنڈز لئے گئے تھے۔ کھلاڑیوں اور شائقین کو دوپہر کا کھانا گراؤنڈز میں مہیا کیا جاتا تھا اور نماز کے اوقات میں باجماعت نماز کا اہتمام ہوتا رہا۔ امسال ٹورنامنٹ کا معیار گزشتہ سالوں سے اگرچہ بہت بہتر اور بلند تھا لیکن انتظامیہ اور کھلاڑیوں نے ہر مرحلہ پر اپنے محبوب آقا کی کمی بہت محسوس کی۔ ٹورنامنٹ کے آخری روز ہالینڈ کے جلسہ سالانہ کا بھی آخری روز تھا۔ چنانچہ گراؤنڈ میں لاؤڈ سپیکرز اور ٹی وی سکرینیں لگا کر حضور انور کا خطاب سننے کا انتظام کیا گیا تھا۔ تمام حاضرین نے میچ میں وقفہ کے دوران حضور انور کا خطاب سنا۔ یہ منظر ایک چھوٹے جلسہ کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔

20 مئی کو ٹورنامنٹ کے آخری روز پہلا سیمی فائنل کینیڈا بمقابلہ یوکے اور دوسرا سیمی فائنل آسٹریلیا بمقابلہ جرمنی کھیلا گیا۔ پھر تیسری پوزیشن کے لئے جرمنی اور یوکے کی ٹیموں کے درمیان میچ ہوا جو یوکے نے جیت لیا۔ آخر میں کینیڈا اور آسٹریلیا کے درمیان فائنل میچ ہوا۔ یہ انتہائی دلچسپ میچ ایک سنسنی خیز مقابلہ کے بعد کینیڈا نے 6 رنز سے جیت لیا۔

حضور انور کے ارشاد پر مکرم امیر صاحب یوکے نے جیتنے والی ٹیموں اور عمدہ کارکردگی پیش کرنے والے کھلاڑیوں میں انعامات تقسیم کئے۔

ٹورنامنٹ کے دوران موسم نہایت خوشگوار رہا اور موسمی پیشگوئی کے باوجود بارش نہیں ہوئی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

اس ٹورنامنٹ کو کامیاب بنانے میں کم وبیش 60 افراد کی ٹیم نے دن رات کام کیا اور مہمانوں کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اللہ تعالیٰ تمام خدام کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

(مرزا حفیظ احمد۔ سیکرٹری مجلس صحت یوکے)

برکاتِ خلافت......دعاؤں کی قبولیت کے معجزات

(عبدالعزیز ڈوگر)

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ خاکسار کو جماعتِ احمدیہ کے چار خلفاء کی خدمت کرنے اور ان کی دعاؤں سے مستفید ہونے اور خلافت کی بے شمار برکات سے فیض یاب ہونے کی توفیق ملی ہے۔ ذاتی طور پر خلافت کے تعلق میں اس عاجز نے دعاؤں کی قبولیت کے بے شمار نظارے دیکھے ہیں۔ چند ایک پیش کرتا ہوں۔

یہ اُس دَور کی بات ہے جب حضرت مصلح موعودؓ کافی بیمار تھے اور غیر از جماعت لوگوں میں عام تأثر یہی تھا کہ اب حضورؓ زیادہ کام کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اُن دنوں سندھ میں جماعت کی زمینوں میں کپاس اور پھل کی فصل کا سودا وہاں کے ایک تاجر سے کیا گیا لیکن وہ ایک بڑی رقم لے کر فرار ہو گیا اور بہت کوشش کے باوجود اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اُس وقت وکیل اعلیٰ تھے۔ انہوں نے یہ سارا معاملہ حضورؓ کی خدمت میں عرض کیا اور دعا کی درخواست کی۔ جواباً حضورؓ نے فرمایا کی عبدالعزیز سے کہو کہ راولپنڈی جا کر اس سلسلہ میں کسی سرکاری افسر سے ملیں۔ مکرم صاحبزادہ صاحب نے مجھے حضورؓ کا خط اور ساتھ ہی زبانی پیغام بھی دیا تو مَیں اُسی روز ربوہ سے راولپنڈی جانے والی چناب ایکسپریس کے ذریعہ راولپنڈی روانہ ہو گیا۔

اُس دَور میں ابھی اسلام آباد کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا اور راولپنڈی ہی میں تمام سرکاری دفاتر ہوا کرتے تھے۔ صدر ایوب خان کا دورِ حکومت تھا اور جناب غیاث الدین سیکرٹری داخلہ تھے جو کہ 1953ء کے احمدیہ مخالف فسادات کے دوران پنجاب کے چیف سیکرٹری رہ چکے تھے۔ اس وجہ سے اندر سے مجھے بہت ڈر تھا لیکن ساتھ ہی یہ یقین بھی تھا کہ خلافت کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں۔ چنانچہ خدا پر توکّل کرتے ہوئے مَیں سیکرٹریٹ میں جا کر اُن سے ملا اور تمام واقعات عرض کئے۔ اُنہوں نے اُسی وقت میرے سامنے آئی جی لاہور سے فون پر رابطہ کیا اور اُن سے کہا کہ ''اِن کے مطلوبہ آدمی کو ڈھونڈیں اور ان کا کام کریں''۔ آئی جی لاہور نے ہمیں اگلے دن ملاقات کا وقت دیا۔ چنانچہ اگلے روز ایک وفد کی صورت میں ہم اُن کو ملنے گئے۔ اس وفد میں محترم حافظ عبدالسلام صاحب (وکیل المال)، محترم سید میر داؤد احمد صاحب (پرنسپل جامعہ احمدیہ) اور مکرم چوہدری ناصرالدین صاحب (نمائندہ وکالت زراعت) شامل تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی دعاؤں کے نتیجہ میں ہماری کوششیں رنگ لائیں اور آئی جی صاحب نے ہماری گزارش بڑی توجہ سے سنی اور اُس تاجر کو ڈھونڈ نکالنے میں ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد حضورؓ کی دعاؤں سے وہ تاجر زیرِ حراست آیا اور اس طرح سے جماعت کا غبن شدہ روپیہ وصول ہوا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد جب خلافتِ ثالثہ کا دَور شروع ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مجھے وقف سے فارغ کرتے ہوئے لاہور جا کر کام کرنے کا ارشاد فرمایا۔ مجھے کچھ بھی علم نہیں تھا کہ وہاں جا کر کیا کروں گا۔ چنانچہ جانے سے پہلے خاکسار کے چند بزرگوں نے جن میں مکرم صوفی مطیع الرحمٰن صاحب، مکرم صوفی حبیب اللہ صاحب، مکرم صوفی شیخ رحمت اللہ صاحب، مکرم صوفی خدا بخش زیروی صاحب، مکرم صوفی محسن شاہ صاحب اور مکرم صوفی بابا غلام محمد صاحب شامل تھے، سب نے مل کر ربوہ کی مسجد مہدی کی پرانی اور کچی عمارت میں نماز کے بعد میری روانگی کے سلسلہ میں ایک لمبی دعا کروائی۔ دعا کے بعد انہوں نے مجھے کہا کہ آواز آئی ہے کہ ''چھاؤنی کی طرف خیال رکھو''۔ اُس وقت تو مجھے اس بات کی زیادہ سمجھ نہ آئی اور مَیں اگلے دن لاہور کے لئے روانہ ہو گیا۔ لیکن وہاں جا کر مَیں اپنے کچھ پرانے دوست احباب سے ملا اور مکرم سعید احمد صاحب جو کہ ایئر فورس میں MES کے ایکسین تھے، کے توسط سے کچھ ہی عرصہ بعد محض خدا تعالیٰ کے فضل اور خلافت کی برکات کے نتیجہ میں مجھے لاہور چھاؤنی کے علاقہ میں پاکستان ایئر فورس MES میں کنٹریکٹر کے طور پر کام کرنے کا اجازت نامہ مل گیا۔ مجھے اس کام کا نہ تو کوئی تجربہ تھا اور نہ ہی میرے پاس ایسے ہنرمند افراد تھے اور نہ ہی مالی وسائل۔ روپے کی کافی تنگی تھی۔

انہی دنوں رمضان کا مہینہ بھی آ گیا اور مَیں واپس ربوہ آ گیا۔ جہاں مَیں نے ایک خواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو دیکھا۔ حضورؓ نے میرا بازو پکڑا اور فرمایا: ''میاں غلام احمد، میاں غلام احمد، میاں غلام احمد! یہ لو''۔ اور ایک لفافہ مجھے دیا۔ اس لفافے میں کچھ روپے تھے اور مجھے اس میں ایک سو کا نوٹ بھی نظر آیا۔ لفافہ دیتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا: ''پیسہ کمانا بہت مشکل ہے آئندہ کمی نہیں آئے گی''۔ اس خواب کے بعد دل کو بے حد تسلی ہوئی کہ مَیں 'غلام احمد' ہی تو ہوں۔

عید کا وقت قریب تھا اور اس سال جب پہلی دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے تمام کارکنان کو عیدی بھجوائی تو وہاں اس خاکسار کے لئے بھی ایک لفافہ میں عیدی کی رقم جو کہ 132 روپے تھے گھر پر بھجوائی گئی۔ انہی دنوں مَیں نے حضرت اماں جانؓ کو بھی خواب میں دیکھا۔ انہوں نے بڑی شفقت سے میری کمر پر ہاتھ پھیرا اور پھر چلی گئیں۔ اس خواب کے بعد میرا یقین اَور بڑھ گیا کہ اب میری مشکلات ختم ہو جائیں گی۔ اس کے بعد میں نے اپنی والدہ صاحبہ سے بھی عرض کیا کہ اب آپ میرے لئے نہ روئیں، آپ کی دعائیں سنی گئی ہیں اور اب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

اس واقعہ کے چند ہی دنوں کے بعد بذریعہ ڈاک تین ٹینڈر موصول ہوئے۔ میں نے لاہور میں ایک دوست کی مدد سے یہ تینوں ٹینڈر بھرے اور جمع کروا دیئے۔ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ یہ تینوں ٹینڈر ہی مجھے مل گئے اور یہ سب کچھ محض خدا تعالیٰ کے فضل اور خلافت کی برکات ہی کا نتیجہ تھا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے اس کام میں بے حد برکت ڈالی اور میرا یہ کام وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

خلافتِ ثالثہ ہی کے دَور میں 1974ء میں جب احمدیوں کو حکومتی سطح پر غیر مسلم قرار دے دیا گیا اور ملک بھر میں احمدیوں کے خلاف ہنگامے اور بے دریغ قتل و غارت اور غنڈہ گردی کا سلسلہ شروع ہو گیا تو اسی سلسلہ میں مغل پورہ لاہور میں ہماری مسجد کو شر پسندوں نے آگ لگا دی اور اس پر قبضہ کر لیا۔ خاکسار حالات کو دیکھتے ہوئے مکرم چوہدری حمید نصر اللہ صاحب امیر جماعت لاہور کو ملنے گیا اور انہیں تمام حالات سے مطلع کیا اور ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ یہ مسجد ہم نے ہر حال میں ان لوگوں سے واپس لینی ہے۔

اس کے بعد خاکسار دوبارہ حالات کا جائزہ لینے کے لئے مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ اُس وقت تک وہاں لوگوں کا ایک جمِ غفیر مسجد کے باہر موجود تھا اور کچھ پولیس کے آدمی بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ مسجد پر قابض لوگوں میں سے چند افراد لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ہمارے خلاف اشتعال انگیز باتیں کر کے لوگوں کو مزید مشتعل کر رہے تھے۔ اس وقت وہاں پر ہمارے صدر جماعت اور بشیر احمد DSP لاہور کے دوران کچھ بات چیت بھی چل رہی تھی۔ میں بھی جا کر اُن میں شامل ہو گیا اور بات کرنے کی اجازت مانگی۔ ملاقات کے دوران کچھ تلخ کلامی کی نوبت آ پہنچی اور بات ہاتھا پائی تک جا پہنچی۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے باہر بھی شور اور افراتفری اور زیادہ بڑھ گئی۔ جس کو دیکھتے ہوئے موقع پر موجود ایک مجسٹریٹ جن کا نام ندیم احمد تھا وہ بھی اندر آ گئے۔ ہم نے مجسٹریٹ صاحب کو حالات بتاتے ہوئے عرض کی کہ یہ DSP صاحب ہماری بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ مجسٹریٹ ندیم احمد صاحب نے ہماری بات توجہ سے سُنی اور اُسی وقت حکم دیا کہ مسجد کو فوری طور پر خالی کروایا جائے۔ FSF پولیس نے ہوائی فائرنگ کر کے مشتعل ہجوم کو منتشر کرتے ہوئے ہمیں ہماری مسجد کا قبضہ واپس دلایا۔ 1974ء کے ہنگاموں میں یہ ایک واحد مسجد تھی جو کہ خدا تعالیٰ کے خاص فضل سے ہمیں واپس مل گئی۔

اس واقعہ کے بعد DSP نے انتقاماً مجھ پر حملہ بھی کروایا جس میں مَیں شدید زخمی بھی ہوا۔ پھر میرے وارنٹ گرفتاری جاری کروا کر مجھے پھانسی کی کوٹھڑی میں بند کروا دیا۔ کافی عرصہ مقدمہ چلتا رہا اور آخر کار خدا تعالیٰ کے فضل اور خلافت کی برکات سے چند ہفتوں بعد ضمانت پر رہائی ہوئی اور تقریباً ایک سال تک مقدمہ چلنے کے بعد مجھے بری کر دیا گیا۔ بری ہونے کے باوجود بشیر احمد (جو SP بن چکا تھا) کی انتقامی کارروائیاں میرے خلاف جاری رہیں اور مجھے انتہائی خطرناک اور مطلوب افراد کی فہرست میں ایک لمبا عرصہ شامل رکھا گیا۔ آخر کار 1982ء میں ایک CID انسپکٹر افتخار احمد نے میرے حق میں رپورٹ دیتے ہوئے میرا نام اس لِسٹ سے خارج کروا دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے انتخاب خلافت کے بعد خاکسار کو دوبارہ وقف میں آنے کا ارشاد فرمایا تو اُس وقت دنیاوی لحاظ سے خاکسار کا ذاتی کاروبار عروج پر تھا۔ یہاں تک کہ مَیں نے اس سال چھیالیس ہزار روپیہ صرف انکم ٹیکس کی مد میں دیا تھا۔ مگر حضورؒ کے ارشاد پر خاکسار نے دین کو دنیا پر ترجیح دیتے ہوئے اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر ادارۂ تعمیرات میں جماعت کے لئے کام شروع کر دیا۔

1983ء سے 1990ء کے دوران خاکسار نے فضل عمر ہسپتال کی توسیع، بیوت الحمد کی تعمیر، ربوہ گیسٹ ہاؤس، سوئمنگ پول، دفاتر انجمن احمدیہ کی توسیع، مسجد مبارک کی توسیع، مسجد اقصیٰ کے مینار کی مرمت اور مسجد کی چاردیواری کی تعمیر کا کام کروانے کی سعادت پائی۔ اس کے بعد حضورؒ کے ارشاد پر گیمبیا اور سیرالیون میں مختلف مساجد اور ہسپتالوں کی تعمیرات کے کام کی ذمہ داری خاکسار کے حصہ میں آئی۔ سیرالیون میں ملکی حالات کی خرابی کی وجہ سے ہمیں اپنا کام روکنا پڑا۔ مگر گیمبیا میں غیر معمولی خدمت کا موقع ملا جس میں مسجد، مرکزی دفاتر، گیسٹ ہاؤس، افریقہ میں پہلا پریس اور دیگر کئی شہروں میں ہسپتال اور دفاتر کے تعمیر کے کام کی سعادت خاکسار کے حصہ میں آئی۔ جانے سے پہلے خاکسار نے حضورؒ سے عرض کیا کہ ناچیز اپنے آپ کو اس ذمہ داری کا اہل نہیں سمجھتا۔ حضورؒ نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے مل کر خدام الاحمدیہ کے لئے کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا۔ اور واقعی خدا تعالیٰ کے خاص فضل اور خلیفۂ وقت کی خاص دعاؤں کے طفیل خدا تعالیٰ نے اس کام میں غیر معمولی برکت ڈالی۔

گیمبیا میں قیام کے دوران حضورؒ کی طرف سے ایک انجینئر ناصر بھٹی صاحب لندن سے کام کا جائزہ لینے وہاں آئے۔ وہاں پر ایک ہسپتال کا سنگِ بنیاد گیمبیا کے وائس پریذیڈنٹ بی بی ڈوبو کی اہلیہ سے رکھوایا گیا۔ مکرم ناصر بھٹی صاحب نے واپس جا کر حضور کو تعمیراتی کام کی رپورٹ دیتے ہوئے یہ بھی عرض کیا کہ حضور! جیسے حضرت داؤدؑ کو اللہ تعالیٰ نے مدد کے لئے جن عطا کئے تھے اسی طرح گیمبیا میں عبدالعزیز بھی کسی جن سے کم نہیں۔ دن رات تعمیراتی کاموں میں جنوں کی طرح مصروف عمل ہیں۔ بعد میں حضورؒ نے اپنے ایک خط میں اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے کام کے سلسلہ میں خاکسار کی حوصلہ افزائی فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ خدا نے ایک نہیں اس طرح کے کئی 'جن' جماعت کو عطا کئے ہیں۔

گیمبیا سے واپسی پر جرمنی میں ایک سو مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں خدا تعالیٰ نے ایک لمبا عرصہ خدمت کا موقع دیا۔ سات سال تک خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مختلف شہروں میں تعمیراتی کاموں کی ذمہ داری خاکسار نے نبھائی۔

فرینکفرٹ میں ناصر باغ کی مسجد کی تعمیر میں کافی مشکلات پیش آ رہی تھیں۔ خاکسار نے بے حد دعا کی اور ایک رات خواب میں دیکھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ ہتھیار ہیں جو میں نے جنگِ خندق میں استعمال کئے تھے۔ خاکسار نے یہ خواب حضور کو تحریر کی اور حضور نے جواباً ارشاد فرمایا کہ بابرکت خواب ہے۔ خدا تعالیٰ خود تمام رکاوٹیں دُور فرما دے گا اور اس کے ساتھ حضور نے یہ شعر بھی تحریر کیا کہ

خدمتِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

اور پھر واقعی خدا کے فضل اور خلیفۂ وقت کی دعاؤں کی برکت سے وہی انجینئر جو پہلے مشکلات پیدا کر رہا تھا اُسی نے تعاون کا یقین دلایا اور ہماری درخواست پر غور کرتے ہوئے مسجد کے گنبد اور محراب کی اجازت دلوائی اور اس طرح سے یہ مسجد کا کام بھی محض دعاؤں کی برکت سے تکمیل کو پہنچا۔

(باقی صفحہ 15 پر ملاحظہ فرمائیں)

؎ کبھی یوں بھی لیتے ہیں امتحاں کہ لٹاؤ دولتِ جسم و جاں

28 مئی 2010ء کے سانحہ کا آنکھوں دیکھا احوال (ایک شدید زخمی کے چند مشاہدات)

(محمد شعیب نیر)

اس عارضی دنیا میں وقت کے ساتھ آگے جانے کا نام ترقی ہے۔ سائنسدان اپنی بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ ٹائم مشین ایجاد کر پائیں تا کہ وقت کو مات دے سکیں تاہم ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکے۔ فکشن کا سہارا لے کر ٹائم مشین کے نام پر فلمیں بنا کر بچوں کے ذہنوں کو خراب کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ بچے ایسی سوچ لے کر بڑے ہو رہے ہیں جو کہ ناممکن ہے۔

اس کے مقابل پر مذہبی دنیا اور خاص طور پر اسلامی تعلیمات میں ترقی ہمیشہ آگے جانے کا نام نہیں بلکہ بعض دفعہ پیچھے جانے کو بھی ترقی کہا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ کے ولی کا قول ہے کہ مذہبی قوموں کا آگے بڑھنے کی بجائے اپنی تعلیمات کے حوالہ سے اپنے مرکز کو واپس مڑنے کا نام بھی ترقی ہے۔ اپنی زندگیوں میں کھوئی ہوئی تعلیمات کو دوبارہ رائج کرنے کا نام ترقی ہے اور اس کو روحانی انقلاب کا نام بھی دیا گیا ہے۔ اسی کام کو سرانجام دینے کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنے مرسل اور نبی بھیجے اور وہ وقتاً فوقتاً دنیا کو بظاہر آگے لے کر جانے کی بجائے اپنی بنیادی تعلیم کی طرف توجہ دلاتے رہے اور قوم کوئی سو سال کا سفر ایسے انداز میں کرنے پر راضی بہ رضا تیار کر دیتے کہ جیسے مسافر ایک ٹائم مشین پر اپنا سفر چند لمحات میں طے کر لیتے ہوں۔

آج آپ کو ایک ایسے ہی سفر کی داستان سناتا ہوں جس کو دیکھنے کی اور اس میں حصہ لینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ قربانی کا ایک ایسا سفر جس میں 45 منٹ میں مسافروں نے 1450 سال کا سفر طے کر لیا۔ اس مشین پر سوار مسافر کئی قسم کے تھے کچھ ایسے جن کے پاس ابدی جنتوں کے ضمانت نامے اور کچھ کے پاس 'فمنهم ينتظر' کے حکم نامے۔ کچھ ایسے بھی تھے جن کے ذمے اس ٹائم مشین کی رکھوالی تھی۔ اس سفر کے مسافروں میں احمدیت کے مستقبل کے روشن معمار بھی تھے جن کو خدا تعالیٰ نے اس سفر کی جھلک دکھا کر گواہ بنا لیا تھا تا کہ ان کے ایمان میں پختگی پیدا کر کے آنے والے وقتوں میں ان کو انقلاب کے لئے تیار کر سکے اور وہ اپنے جانے والے بزرگوں، بھائیوں اور سہاروں کی قربانیوں کو یاد کریں اور اپنی پیشانیوں کو سجدہ گاہوں میں رکھ کر اپنے اشکوں سے معطر کریں اور اس کی خوشبو کو ہر روز کئی بار تازہ کریں اور لہو کا یہ رنگ کبھی نہ بھولیں جو خدا تعالیٰ کی راہ میں بہایا گیا۔

گویا یہ سفر ایسا نہ تھا کہ اچانک برپا ہو گیا اس کی تیاری کئی دیر سے جاری تھی۔ کچھ خوش قسمت ایسے تھے جن کو ان کی منزل اس سفر سے پہلے ہی بتا دی گئی تھی۔ کچھ آسمانی ستارے ایسے بھی تھے جن کے پیاروں کو ان کی منزل کے بارہ میں بتایا گیا۔ تسلیاں دی گئیں۔ اطمینانِ قلب دیا گیا۔

راضیة مرضیه کی نعمت پا جانے والے یہ مسافر ایسے تھے جن کو ایسی مے پلائی گئی تھی جس کے بعد یہ عارضی زندگی اور جائے پُرعذاب سے دل لگانا ان کا کام نہیں تھا۔ یہ مے پلانے والا ساقی سر سے لے کر پاؤں تک اپنے یار میں نہاں تھا اور محبوبِ خدا کے عشق میں دیوانہ۔ اس ساقی نے ان مسافروں کو ایک ایسے ہرے بستاں کی تصویر دکھا دی تھی جسکی تلاش میں وہ برسوں سے سرکردہ تھے۔ واحد، لاشریک، لازوال خدا سے ملنے کے لئے بے تاب مسافر اس دن جوق در جوق باوجود گرم دن ہونے کے اللہ کے گھر کی طرف رواں دواں تھے۔ کسی نے تو اس دن نئے کپڑے پہنے تھے تو کوئی باوجود اپنی جسمانی بیماری اور کمزوریوں کے، شوق میں اپنے وقت پر اور اپنی جگہ پر حاضر تھا۔ نہ کوئی ایک لمحہ پہلے آیا نہ کوئی ایک لمحہ تاخیر سے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا سفر تھا جس کو خالقِ کائنات نے ترتیب دیا تھا۔

احمدیت کے سرسبز و شاداب شجرِ طیبہ کے لئے کھاد ڈالے جانے کا پلان، آسمان میں درخشندہ اور چمکدار ستارے بن کر احمدیت کی تاریخ میں سنہری حروف کے ساتھ لکھے جانے کا پلان، وقت، عزت، مال کے بعد ایک بار پھر جان کو اپنے حبیب پر وارنے کا پلان، قرونِ اولیٰ، صحابہ رضوان اللہ علیہم کے نقشِ پا پر چلنے اور ان کے ساتھ کھڑے ہونے کا پلان۔

آج کا دن اُن مسافروں کی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعاؤں کی قبولیت کا دن تھا۔ آج ابدی جنتوں کے وارثوں کو شہادت کا رُتبہ ملنا تھا۔ انکا جرم یہ تھا کہ انھوں نے امام الزماں، مہدی دوراں کے ساتھ عشق کیا اور اُس پر قائم رہے۔ خدا کی قدرت کہ یہ واقعہ لاہور میں ایک جگہ نہیں ہونا تھا بلکہ بیک وقت دو جگہ پر۔ لیکن منزل ایک۔ لاہور کے کونوں سے آئے ہوئے نمازی، امریکہ سے آئے ہوئے مہمان، لندن سے آئے ہوئے سوار، لاہور سے باہر کے شہروں سے آئے ہوئے مسافر لیکن منزل ایک۔ اللہ کے محب اور پاک وجودوں کو آج اللہ کی راہ میں قربانی دینی تھی تا کہ وہ شجرِ احمدیت کی آبیاری اپنے خونوں سے کر سکیں۔

خاکسار مورخہ 28 مئی 2010ء کو اپنے معمول کے مطابق دفتر سے پہلے گھر گیا اور معلوم کیا کہ اگر بچے جمعہ پر جانے کے لئے تیار ہیں۔ خاکسار کا بڑا بیٹا (شاہ زیب احمد) جو سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کی تصویر ہے حسبِ معمول ہشاش بشاش تیار تھا۔ وضو کر لینے کے بعد خاکسار نے اس کو آواز دی اور گھر سے باہر نکلے اور گاڑی میں بیٹھنے لگے تو خاکسار کی چھوٹی بیٹی (عمر تقریباً چار سال) نے رونا شروع کر دیا کہ وہ بھی جمعہ پر جانا چاہتی ہے۔ عموماً وہ خوشی سے خدا حافظ کہا کرتی تھی مگر اس دن مسلسل

روتی رہی اور باوجود سمجھانے کے روتی رہی حتٰی کہ بڑی بیٹی نے مشکل سے اس کو دروازہ سے اندر کیا۔ بعد میں میری اہلیہ نے بتایا کہ چھوٹی بیٹی غیر معمولی طور پر بہت دیر تک روتی رہی اور یہی کہتی جاتی تھی کہ ''بابا! مَیں آپ سے پیار کرتی ہوں۔ بابا! مَیں آپ سے پیار کرتی ہوں''۔

ہم دونوں باپ بیٹا تقریباً 1:20 پر مسجد بیت النور پہنچ گئے اور حسبِ معمول محراب کے سامنے شاید چوتھی صف میں جگہ ملی۔ خاکسار اور بیٹے کے درمیان جگہ ہونے کی وجہ سے ایک اور صاحب بھی آکر بیٹھ گئے اور ہم نے سنتیں ادا کیں۔ خطبہ جمعہ وقت کے مطابق 1:30 پر شروع ہوگیا۔ خطبے کا موضوع اس دن کے مطابق خلافتِ احمدیہ تھا اور مکرم محمود احمد شاد صاحب مربی سلسلہ خلافت کی برکات پر بات کررہے تھے کہ عین اس وقت اللہ نے میرے دل میں جانے کیوں خیال ڈالا کہ اگر یہاں فائرنگ ہوجائے تو مجھے اپنے بیٹے کو بچانا چاہیے اور اس کو لے کر پیچھے چلے جانا چاہیے۔ میں نے اس کو دل کا وسوسہ سمجھ کر خطبہ کی طرف توجہ دینی شروع کردی۔ جب مربی صاحب یہ فرما رہے تھے کہ غیراز جماعت نے یہ مان لیا ہے کہ احمدیت کی ترقی خلیفہ وقت کی وجہ سے ہے اور عام مسلمانوں کے پاس خلافت نہیں تو عین اس وقت باہر سے فائرنگ کی آواز آنی شروع ہوگئی۔ بڑی فکر ہوئی تاہم خطبہ جاری رہا۔ چند ہی منٹ میں فائرنگ کی آواز قریب ہوتی گئی تو پھر مسجد کے صحن میں اس کی آواز سنائی دینے لگی۔ اچانک مسجد کے مین ہال کے دائیں طرف آگے والا دروازہ کھلا اور خاکسار نے مکرم جنرل (ریٹائرڈ) ناصر صاحب کو اندر آتے دیکھا اور دوسرے بزرگ جو باہر کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی اندر آنا شروع ہوگئے۔ اس دوران مربی صاحب نے لوگوں کو دعا کی تحریک کی اور کہا کہ بیٹھ جائیں۔ اس وقت کچھ لوگ اُٹھ کر پیچھے جارہے تھے۔ خاکسار نے بھی پہلے یہ سوچا کہ اُٹھ کر پیچھے چلا جاؤں پھر یہ خیال آیا کہ مربی صاحب کی حکم عدولی ہوجائے گی۔ یہ سوچ رہا تھا کہ مربی صاحب نے فرمایا کہ لیٹ جائیں۔ اس دوران گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ میں نے بیٹے کو دیکھا تو اس نے دونوں ہاتھ کانوں میں ڈالے ہوئے تھے اور پریشانی اس کے چہرے سے ظاہر تھی۔ خاکسار کو یکا یک خیال آیا کہ کچھ ہی منٹ پہلے جو فائرنگ کے متعلق خیال ڈالا گیا تھا وہ ایسے ہی نہیں تھا بلکہ خدا کی طرف سے بچوں کو بچانے کے لئے تھا کیونکہ وہ بچے جماعت کا مستقبل ہیں۔ لہٰذا خاکسار نے اس کو الٰہی تقدیر سمجھتے ہوئے اُٹھ کر بیٹھنا مناسب سمجھا تا کہ حالات کا جائزہ لے سکوں۔ اسی دوران خاکسار کے پیٹ میں گولی آلگی اور چند سیکنڈ میں ہی خاکسار کے پیٹ میں سے خون نکلنا شروع ہوگیا۔ میں نے بیٹے سے کہا کہ میرے ساتھ لیٹے لیٹے پچھلے ہال کی طرف چلو۔ چنانچہ ہم رینگتے ہوئے مین ہال کے عقب میں آپہنچے۔ اس دوران ہمارے پاس ہی ایک گرینیڈ بھی آکر گرا لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ پھٹ نہیں سکا۔

پھر وہاں سے ہم بیسمنٹ (Basement) میں چلے گئے۔ اس دوران خاکسار سیڑھیوں پر گرا لیکن اپنے آپ کو سنبھال کر بیٹے کو لے کر نیچے چلا گیا۔ کئی واقف دوستوں کو دیکھا لیکن سب محفوظ مقام تلاش کرنے میں مصروف تھے۔ ابھی بیسمنٹ میں جا کر لیٹا ہی تھا کہ زور زور سے دھماکوں کی اور فائرنگ کی آوازیں اور بڑھ گئیں۔ اس دوران بیٹے نے رونا شروع کردیا۔ مشکل سے اُٹھ کر بیسمنٹ سے بھی پیچھے سیڑھیوں کے نیچے گئے تو وہاں خاکسار کے دوست مکرم فرخ احمد کامران تھے جنہوں نے میرے بیٹے کو سیڑھیوں کے نیچے محفوظ مقام پر کردیا اور خود مجھے اپنے پاس بٹھالیا۔ کچھ ہی دیر میں اللہ اکبر کے نعرے سننے میں آئے۔ اس دوران مجھے لگا کہ جیسے میرا آخری وقت آن پہنچا ہے کیونکہ کمزوری اور غنودگی نے غلبہ پانا شروع کردیا لہٰذا خاکسار نے اپنے خدا سے اونچی آواز میں یہ دعا مانگنی شروع کردی 'اے خدا تو میرے گناہ بخش'۔ نیز اونچی آواز میں استغفر اللہ ربی من کل ذنبٍ و اتوب الیہ پڑھنا شروع کردیا کچھ دفعہ یہ دعا پڑھنے کے بعد یہ خیال آیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ ...... والی دعا کو اسمِ اعظم کہا ہے۔ چنانچہ اونچی آواز میں اس دعا کا وِرد شروع کردیا۔ چند ہی منٹ بعد فائرنگ کی آواز تھم گئی۔ اس دوران پیاس اور کمزوری سے برا حال تھا۔ خاکسار نے چند لمحے پہلے پانی پینے کا اظہار کیا تھا تو مکرم مشہود احمد (شاہ تاج ٹیکسٹائلز) نے کہا تھا کہ جیسے ہی فائرنگ رکتی ہے تو وہ جا کر لے آئیں گے۔ چنانچہ فائرنگ رکتے ہی وہ پانی لے آئے۔ چند لمحوں کے بعد ہی ایمبولینس کے سائرن کی آواز سنائی دی۔ خاکسار کے سکول کے زمانہ کے ایک اور دوست مکرم تنویر احمد بھی وہیں موجود تھے۔ انہوں نے اور فرخ نے مل کر خاکسار کو اُٹھایا اور باہر مسجد کے صحن میں موجود ایک ایمبولینس میں لٹا دیا۔ خاکسار کا بیٹا جس کو میں نے اپنی طرف سے اپنی ساری جیبیں خالی کرکے چیزیں دی تھیں وہ ابھی سیڑھیوں کے نیچے ہی بیٹھا تھا اور اس کو پتہ ہی نہیں چلا کہ مجھے کب اوپر لے آئے۔ بعد میں وہ خود ہی باہر نکلا اور اپنے اور میرے جوتے لے کر باہر کار کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ کار کی چابی میری جیب میں ہی رہ گئی تھی اور فون بھی گاڑی کے اندر ہی موجود تھا۔ حلقہ فیصل ٹاؤن کے ناظم اطفال نے اس کو گاڑی کے قریب کھڑا دیکھا اور خاکسار کے رشتہ دار اس کو گھر لے گئے۔

فائرنگ شروع ہونے سے ختم ہونے تک تقریباً 45 منٹ لگے اور اس دوران خاکسار نے بہت سے زخمی احمدیوں کو دیکھا۔ شاہ زیب نے دہشتگرد کو Main Hall کے دروازہ میں سے رائفل کی نالی ڈال کر فائرنگ کرتے ہوئے دیکھا۔ جب خاکسار کو ایمبولینس میں ڈالنے کے لئے بیسمنٹ میں سے اوپر لے کر آئے تو میں نے بھی دہشتگرد کو دیکھا جس کو پکڑنے کے بعد مسجد کے صحن میں لٹایا گیا تھا۔ جس ایمبولینس میں مجھے لٹایا گیا تھا اسی ایمبولینس میں مسجد کی دری میں لپٹے ایک احمدی بزرگ بھی تھے جو شہید ہوچکے تھے۔ اس کے علاوہ دو اور احمدی بزرگ بھی بیٹھے تھے جو زخمی تھے ان میں سے ایک تو ہمارے حلقہ کے مبارک احمد صاحب تھے اور دوسرے آفتاب احمد (احمد منی چینجرز) کے والد صاحب۔

ایک ایسی بات جس کا ریکارڈ میں آنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس واقعہ کے گزر جانے کے بعد مکرم صدر صاحب حلقہ ماڈل ٹاؤن لاہور نے ایک فیکٹ فائنڈنگ (Fact Finding) کمیٹی تشکیل دی تھی جس کے سربراہ مظفر اعجاز صاحب تھے۔ جب وہ ہم دونوں باپ بیٹا کا انٹرویو لینے گھر آئے تو سارے حالات جاننے کے بعد انہوں نے یہ انکشاف کیا کہ مین ہال کا سب سے پہلا گرینیڈ بعینہٖ اس جگہ پر پھٹا جہاں پر خاکسار کا بیٹا بیٹھا ہوا تھا۔ یکا یک میرا خیال اس طرف گیا جب خدا تعالیٰ نے فائرنگ شروع ہونے سے پہلے یہ سوچ ڈالی تھی کہ اگر فائرنگ ہو

تو بیٹے کو محفوظ مقام تک پہنچانا چاہئے۔

راستے میں ایمبولینس والوں نے خاکسار سے پوچھا کہ کس ہسپتال میں جانا چاہتا ہوں تو میں نے کہا ڈاکٹرز ہسپتال لے چلو۔ لیکن انہوں نے کہا کہ جناح ہسپتال قریب ہے اور چونکہ پولیس کیس ہوگا گورنمنٹ ہسپتال ہی جانا ہوگا۔ وہاں پہنچے تو نہ اسٹریچر نہ وہیل چیئر۔ ہاتھوں اور ٹانگوں سے پکڑ کر ایمرجنسی وارڈ میں لے کر گئے وہاں کہرام برپا تھا۔ بیڈ وہاں پر بھی کم تھے۔ فیصل ٹاؤن کے ایک اور بزرگ مکرم نعمت اللہ قریشی صاحب کے ساتھ ایک ہی بیڈ پر لٹایا گیا۔ پروفیسر ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور حالات دیکھنے کے بعد دوسرے ڈاکٹروں کو ہدایت دے کر آگے اور مریضوں کو دیکھنے چلے گئے۔ دوسرے ڈاکٹر آئے اور مثانہ اور معدے میں نالی لگا دی گئی۔ فوراً دوسرے فلور پر آپریشن تھیٹر جانے کا آرڈر ملا۔ راستہ میں قائد صاحب، خدام الاحمدیہ فیصل ٹاؤن مکرم ناصر محمود قریشی صاحب ملے اور کہنے لگے کہ خاکسار کا بیٹا ٹھیک ہے۔ خاکسار نے بھائی محمد حنیف عامر (جو ڈیوٹی پر موجود تھے) ان کے بارے میں پوچھا تو پتہ لگا کہ الحمدللہ وہ بھی ٹھیک ہیں۔ جب خاکسار کو آپریشن تھیٹر لے کر گئے تو وہاں اسٹاف نے کہا ادھر کہاں آگئے ہو یہاں تو کچھ بھی تیار نہیں۔ شاید ان کو پتہ نہیں تھا کہ نیچے ایمرجنسی میں قیامت برپا ہے۔

ایک خادم جو میرے ساتھ ساتھ تھے ان کو گھر فون ملانے کو کہا۔ فون ملا تو جو میں کچھ کہنا چاہتا تھا وہ بیگم کو سمجھ نہ آیا اور جو وہ کہنا چاہتی تھی وہ اُس کے رونے کی وجہ سے مجھے سمجھ نہیں آئی۔ اتنے میں فون کٹ گیا۔ دس سے پندرہ منٹ اسٹریچر پر لیٹا رہا اور پھر آہستہ آہستہ جونیئر ڈاکٹر آئے اور آپریشن کی تیاری کرنے لگے۔ اتنے میں ایک نرس آئی اور بتایا کہ میرے گھر والے باہر آگئے ہیں۔ میری والدہ کہتی ہیں کہ اگر میرے بیٹے کو کچھ ہوا تو میں مر جاؤں گی۔ یہ سن کر خاکسار کی آنکھوں سے برسات شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد انیستھیزیا والے آئے اور اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہی۔ بعد میں بتایا گیا چار بجے آپریشن شروع ہوا اور تقریباً پونے سات بجے شام تک جاری رہا۔ مجھے جب ایمرجنسی وارڈ میں لایا گیا تو مجھے کچھ کچھ ہوش آرہا تھا۔ کوئی ہلا کر میرا حال پوچھے تو آنکھیں کھول دیتا تھا اور آنکھوں سے ہی جواب دینے کی کوشش کرتا تھا۔ ایک طرف دیکھا تو پتہ چلا کہ خون کی بوتل لگی ہوئی ہے۔ شدید نقاہت اور کمزوری محسوس ہوتی تھی۔ رات کو وارڈ میں شور اور خاص طور پر غسل خانہ کے دروازہ کے بار بار بجنے سے آنکھ کھلتی اور لگتا کہ مسجد میں ہی ہوں اور دھماکے ہو رہے ہیں۔ علی الصبح آنکھ کھلی تو خدام اور بھائی کو ڈیوٹی پر حاضر دیکھا۔ کچھ اور خدام بمعہ شیخ بشارت صاحب کو دیکھا جو اسی وقت دبئی سے پاکستان پہنچے تھے۔ کھانا پینا مکمل طور پر بند تھا۔ حتیٰ کہ ایک گھونٹ لینا بھی نہ صرف سخت منع تھا بلکہ زہر قاتل تھا۔

دن چڑھا تو بیڈ کی جگہ تبدیل کر دی گئی اور خاکسار داخل ہونے والے دروازے کے بالکل ساتھ دائیں طرف پہلے بیڈ پر آ گیا۔ مختلف لوگ احمدی اور غیر از جماعت آتے رہے۔ اپنے اپنے رنگ میں اظہار افسوس کرتے رہے۔ ربوہ سے بھی کافی لوگ آئے۔ جماعتی عہدیدار بھی آئے۔ شام ہونے پر پتہ چلا کہ وفاقی وزیر داخلہ رحمان ملک بھی آرہے ہیں۔ میں نے بھائی کو کہا کہ فوراً کلمہ ڈھونڈ کر لاؤ۔ میں اپنے تکیہ پر کلمہ آویزاں کرنا چاہتا ہوں۔ پتہ نہیں اس وقت خدا نے اتنی ہوش اور ہمت کہاں سے دی ورنہ جسم کا تو یہ حال تھا کہ جیسے پتھر بن چکا ہو۔ نہ دائیں ہو سکتا تھا نہ بائیں۔ کلمہ تو نہ لگ سکا تاہم ایک ناصر کو درخواست کی کہ ایک کاغذ پر لکھ دیں:

لبیك یا حبیبِ مَن ، لبیك سیدی

لبیك یا امامنا ، لبیك مرشدی

اور پھر اس کو اپنے تکیہ پر پن کے ساتھ لگا دیا۔ رحمان ملک تشریف لائے تو سب سے پہلے میرے پاس آئے۔ ہاتھ ملا کر آگے جانے لگے تو میں نے ہاتھ نہ چھوڑا۔ ان کے ساتھ جو گفتگو ہوئی وہ درج ذیل ہے:

م ش ن: ملک صاحب! میں تو آپکو بڑا باا ثر وزیر داخلہ سمجھتا تھا مگر آج پول کھل گیا۔

رحمان ملک: کیوں کیا ہوا؟

م ش ن: آج تین گھنٹے تک فائرنگ ہوتی رہی اور ہمارا خون ہوتا رہا۔ آپ اور آپ کے ادارے بالکل ناکام رہے اور حملہ آوروں کو نہ روک سکے۔

رحمان ملک: ہم ان جہادیوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ جس طرح ہم نے ان کو سوات میں شکست دی ہے ہم ان کو ہر جگہ شکست دیں گے۔

م ش ن: میرے کتنے بزرگ، دوست، بھائی ہم سے جدا ہوگئے۔

رحمان ملک: جی ہاں۔ مجھے افسوس ہے۔ جنرل ناصر صاحب میرے بڑے اچھے دوست تھے۔

م ش ن: آپ نے اپنے دوست کے لئے کیا کیا؟ ہمیں بہت دیر سے دھمکیاں مل رہی تھیں مگر ہمیں مکمل سکیورٹی فراہم نہیں کی گئی۔

رحمان ملک: ہم جہاد کر رہے ہیں۔ اور جہادیوں کو بالکل نہیں چھوڑیں گے۔ جہاں بھی یہ جائیں گے ہم وہاں ان کا پیچھا کریں گے۔

م ش ن: یہ تو مسئلے کا حل نہیں۔ کیا ہم پاکستان کے شہری نہیں ہیں؟ ہمیں باقی شہریوں جیسے حقوق حاصل نہیں۔

رحمان ملک: کیوں نہیں۔ قائداعظم نے سب کو مساوی حقوق دیئے تھے۔ سب برابر ہیں۔

م ش ن: قائداعظم کی گیارہ اگست کی تقریب کو مانتے سب ہیں مگر عمل کوئی نہیں کرتا۔ جہادیوں کے ساتھ جہاد کرنا تو مسئلہ کا حل نہیں۔ اصل مسئلہ کا حل تو یہ ہے کہ 1973ء کا آئین اصل حالت میں بحال کیا جائے۔

رحمان ملک: ہاں ہاں۔ اس پر ہم کام کر رہے ہیں۔ دیکھیں میں شہباز بھٹی صاحب، وزیر برائے اقلیتی امور کو ساتھ لایا ہوں۔ یہ اس پر کام کر رہے ہیں۔

م ش ن: مگر بھٹی صاحب تو کچھ دن پہلے فرانس میں ہونے والے سخت سوالوں کا جواب نہیں دے سکے۔ 295/سی احمدیوں کے خلاف کیوں غلط استعمال ہو رہا ہے؟ یہ ہمارے لئے کیا کر سکتے ہیں؟

رحمان ملک: انشاءاللہ! آپ دیکھیں گے کہ ہم جہادیوں کو شکست دیکر چھوڑیں گے۔

یہ کہہ کر سب آگے چلے گئے۔ اخبار والے اور ٹی وی والے ساتھ ہی تھے۔ کچھ اخبار والے واپس آئے اور مجھ سے پوچھا کہ کیا گفتگو ہوئی۔ چونکہ میری آواز بہت نحیف تھی اور وہ دُور ہونے کی وجہ سے سن نہ سکے تھے۔ اس وارڈ میں رہتے ہوئے بہت سے لوگ عیادت کے لئے آئے اور اپنے اپنے رنگ میں دلاسہ دیتے

رہے۔ دوواقعات ایسے ہیں جوخاکسار کے دل میں نقش ہو چکے ہیں۔

ربوہ سے ایک فیملی تشریف لائی جس میں ماں باپ اوران کے دو بیٹے تھے۔ بیٹوں کی عمر لگ بھگ پینتالیس سال اور پچاس سال ہوگی۔ کچھ دیر وارڈ میں پھرتے رہے پھران کا ایک بیٹا اچانک میری طرف بڑھا اور اپنا چہرہ خاکسار کے چہرے کے ساتھ رگڑنا شروع کر دیا اور دلاسہ دینا شروع کر دیا۔ خاکسار کو بہت شرمندگی ہوئی اور یہ خیال بھی آیا کہ اڑتالیس گھنٹوں سے کچھ کھایا پیا نہیں۔ منہ نہیں دھویا۔ نہ جانے ان کو کیا محسوس ہو رہا ہوگا۔ مَیں انہی سوچوں میں تھا کہ انہوں نے چاہا کہ ان کی دوسری سائیڈ بھی میرے چہرے کے دوسری طرف رگڑی جائے۔ میرے انکار پرانہوں نے اپنے چہرے کی دوسری سائیڈ میرے چہرے کے اسی طرف رگڑ کر جیسے کوئی بڑا پیار کرتا ہے کرنا شروع کر دیا۔ اور سر پر ہاتھ پھیر کر چلے گئے۔ نہ میں جانتا تھا کہ وہ کون تھے اور ان کو بھی میرا پتہ نہیں ہوگا۔ یہ محض احمدیت کی برکت تھی۔

دوسرا واقعہ یوں ہے کہ ایک بزرگ شاید گرین ٹاؤن لاہور سے تشریف لائے اور بہت دعائیں دینے لگے ان کی اپنی حالت یہ تھی کہ پسینے سے شرابور کپڑے بہت پرانے، مگر چہرہ بتا رہا تھا جیسے بہت نیک اور دعا گو ہوں۔ بچوں والا چہرہ۔ آکر میری ٹانگیں دبانے لگے۔ مجھے انتہائی شرمندگی ہوئی اور میں نے بار بار کہا کہ اس کی ضرورت نہیں مگر نہ مانے۔ ٹانگیں دباتے رہے۔ اور آخر میں ایک ایسا فقرہ کہہ گئے جو میرے دل میں گڑ گیا۔ کہنے لگے (پنجابی میں) 'میرا مولا تیرا وال وی ڈینگا نہ کرے' (میرا خدا تمہارا بال بھی بیکا نہ کرے)۔ احمدیت کے اس یکجان معاشرے کے عکس نے اور دعاؤں نے میری آنکھوں سے برسات جاری رکھی۔

اگلے دن خاکسار غنودگی کی حالت میں تھا کہ محسوس ہوا جیسے کوئی ڈاکٹر کھڑا میرے بازو میں سوئی لگا رہا ہے۔ جب دیکھا تو واقعی ایک نوعمر ڈاکٹر بڑی داڑھی والا سرنج لگانے کی کوشش میں ہے تو میں نے پوچھا 'کیا کر رہے ہو؟' کہنے لگا 'سیمپل لینا ہے'۔ میں نے کہا 'یہ کام تو نرسوں کا ہے'۔ کہنے لگا 'مجھے ان پر اعتبار نہیں'۔ مجھے شک ہوا۔ مَیں نے انکار کر دیا۔ بعد میں وہی ڈاکٹر دو اور آدمی ساتھ لایا جو سول ڈریس میں تھے اور ان کی بھی داڑھیاں تھیں۔ ان کو میرا بستر دکھایا۔ کچھ کہا اور چلا گیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ جناح ہسپتال میں حملہ میں ایک ڈاکٹر بھی ملوث تھا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ وہی ڈاکٹر ہو۔

اگلے دن ہمیں ایمرجنسی وارڈ سے پہلی منزل پر منتقل کر دیا گیا۔ وجہ معلوم نہ ہوسکی لیکن اس رات سمجھ آ گئی کہ اللہ کی طرف سے حفاظت کے سامان ہونے تھے۔ کیونکہ اسی رات 31 مئی 2010ء کو جناح ہسپتال پر بھی حملہ ہوگیا۔ جب ہم اوپر والی منزل پر شفٹ ہوئے تو دل پر کچھ بوجھ اور خوف تھا کیونکہ پتہ چلا تھا کہ زخمی حملہ آور کو بھی اسی جگہ رکھا گیا ہے۔ خاکسار ہر ممکن کوشش کرتا رہا کہ اپنے اردگرد والے لوگوں کو بھی اور دارالذکر میں انتظامیہ کو بھی پیغام دیتا رہوں کہ حالات اچھے نہیں اور یہ مناسب ماحول نہیں۔ حفاظت کا انتظام ہونا چاہیے۔ مگر چونکہ سب لوگ باقی کاموں میں بھی مصروف تھے اس طرف توجہ نہ ہوسکی۔

31 مئی کی رات گیارہ بجے کے بعد خاکسار تھک کر سو گیا تو عین اس وقت ہسپتال پر حملہ ہوگیا۔ جب آنکھ کھلی تو ایسا لگا جیسے کچھ گڑبڑ ہے پوچھنے پر کوئی نہیں بتا رہا تھا۔ پھر بالآخر معلوم ہوا کہ حملہ ہوا ہے۔ اور کچھ پتہ نہیں کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ باہر والے باہر ہیں اور اندر سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔ تقریباً دو بجے رات کو قائد خدام الاحمدیہ ضلع لاہور، قائد صاحب علاقہ لاہور اور نائب صدر صاحب خدام الاحمدیہ مرکزیہ اندر آئے اور بتایا کہ اب سب خیریت ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ کے پیغام ہمیں پہنچتے رہے ہیں۔ کل ہی آپ لوگوں کو یہاں سے کہیں اَور پہنچانے کا بندوبست کیا جائے گا۔ اس روز صبح جب میں سو کر اٹھا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے دائمی تسلی کا سامان اس طرح ہوا کہ میرے لبوں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر جاری تھا:

ہے سرِراہ پر مرے وہ خود کھڑا مولا کریم
پس نہ بیٹھو میری رہ میں اے شریرانِ دیار

یکم جون کو ایک احمدی دوست جو کہ ہمارے ساتھ تھے انہوں نے زبردستی ہسپتال سے چھٹی لے لی اور کسی اَور ہسپتال میں شفٹ ہو گئے۔ اس طرح ہماری تعداد صرف چار پانچ مریضوں پر مشتمل رہ گئی۔ اسی روز ہمیں وارڈ سے اسی فلور پر ایک اور کمرے میں منتقل کیا گیا۔ یہ ایسا کمرہ تھا جس میں مشکل سے چار مریضوں کے بیڈ لگ سکے۔ جب ڈاکٹر معائنہ کے لئے آئے تو خاکسار نے ان کو درخواست کی کہ ہمیں چاہے ہر روز ایک جگہ سے دوسری جگہ شفٹ کرتے رہیں تا کہ باہر معلوم نہ ہو سکے کہ ہم کس وارڈ میں ہیں۔ اس کمرہ میں دو رات رہے۔ اس کے بعد ہمیں پتہ چلا کہ ہمیں پرائیویٹ وارڈ میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ 3 جون 2010ء کو ہمیں پرائیویٹ کمرے میں منتقل کیا گیا۔ خاکسار کو جس کمرے میں جگہ ملی اس کا نمبر 7 تھا۔ نسبتاً سکون ملا کیونکہ وارڈ میں گرمی بہت زیادہ تھی، یہاں AC کی کارکردگی بھی بہتر تھی۔ تاہم کمرے کے حالات ایک سرکاری ہسپتال کے پرائیویٹ کمرے کے عین مطابق تھے۔

جماعت کی طرف سے اب ڈیوٹیاں نسبتاً زیادہ مؤثر ہو گئیں۔ پرائیویٹ کمرے میں منتقل ہونے سے پہلے خاکسار کے پاس ربوہ سے فضلِ عمر ہسپتال کے ایک ڈاکٹر تشریف لائے (جن کا نام مجھے یاد نہیں) اور انہوں نے ہونے والے علاج پر تسلی کا اظہار فرمایا اور پوچھا کہ اگر خاکسار ربوہ جانا چاہتا ہے تو وہ اس کا انتظام کر سکتے ہیں۔ نیز امیر صاحب لاہور کی طرف سے سیکیورٹی کے انچارج ایک ریٹائرڈ کرنل صاحب بھی تشریف لائے انہوں نے بھی کہا کہ اگر آپ اپنی مرضی کے ہسپتال میں جانا چاہتے ہیں تو اجازت ہے۔ تاہم جماعت کی یہ خواہش ہے کہ تمام مریض ایک جگہ پر ہی رہیں تا کہ حفاظت میں آسانی رہے۔ خاکسار کے بھائی کا خیال تھا کہ ہم کسی اور ہسپتال میں چلے جائیں تاہم خاکسار نے یہی فیصلہ کیا کہ جیسا جماعت چاہے گی ویسا ہی ہم کریں گے، چنانچہ فیصلہ یہی ہوا کہ جناح ہسپتال میں ہی رہا جائے۔

مورخہ 4 جون کو پنجاب کے سیکرٹری ہیلتھ مکرم فواد حسن صاحب، سی سی پی او لاہور، ڈی سی او لاہور، بھی تشریف لائے۔ خاکسار نے موقعہ غنیمت جانتے ہوئے ان کو تبلیغ بھی کی اور اس بات کا اظہار بھی کیا کہ احمدیوں کے خلاف ظلم کو روکنے کا مناسب بندوبست نہیں کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے مرزا صاحب

(صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب) سے بات کر رہے ہیں۔ مناسب بندوبست کرنے کی کوشش میں ہیں۔ خاکسار نے کہا کہ جب تک اس ملک میں ملاں کو حکومت سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا تب تک کوئی امید نہیں اور ایسا کرنا کیا آپ کے بس میں ہے؟

مورخہ 5 جون کا دن وہ دن ہے جب خاکسار نے پہلی دفعہ ایک گھونٹ پانی اور جوس پیا۔ الحمدللہ۔ ایسا لگا جیسے ایک زمانے کے بعد اللہ کی نعمت چکھنے کی توفیق ملی۔ گویا یہ روزہ تقریباً 9 روز جاری رہا۔ شاید اس روز مکرم حافظ مظفر احمد صاحب بھی تشریف لائے۔ خاکسار نے ان سے پوچھا کہ ایک سوال میرے ذہن میں گھوم رہا ہے۔ شہادت پانے والے تو چلے گئے ان کے درجات بہت بلند ہوئے مگر ہم پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کا جواب تو قرآن میں ہے، 'جو ومنھم من ینتظر کا نعرہ لگانے والے ہیں اور شہادت کے انتظار میں ہیں'۔

مورخہ 6 جون کو پہلی مرتبہ دہی اور چاول کھائے تو جسم میں کچھ طاقت کا احساس ہوا اور اس دن نیند نسبتاً بہتر آئی۔ مورخہ 7 جون کے دن پہلی دفعہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ الحمدللہ کامیاب رہا۔ چند قدم چل کر کمرے سے باہر نکلا تو باہر پولیس والا کھڑا تھا۔ خود ہی کہنے لگا کہ باہر یہ بات مشہور ہے کہ احمدی تو وہ لوگ ہیں جو ایک چیونٹی کو بھی نہیں مارتے۔ ان کو کیوں مارا گیا۔ میں نے کہا تو پھر سوچ لو کہ خدا اس کا بدلہ نہ لے گا؟ ضرور لے گا اور بھرپور لے گا۔ یہ خون رائیگاں نہ جائے گا لیکن ہم صرف صبر کریں گے اور دعا کریں گے۔

اسی دن خاکسار کو گھر جانے کی اجازت ملی۔ پولیس اور ایمبولینس کو ساتھ لے کر جانے کا بھی ذکر ہوا مگر خاکسار نے منع کر دیا اور کہا کہ کوشش کریں جتنی خاموشی سے گھر چلے جائیں تو اچھا ہے۔ چنانچہ ایک احمدی دوست کی گاڑی میں ہسپتال سے گھر شفٹ ہو گیا۔ گھر منتقل ہونے سے پہلے ہسپتال میں دعا کرنے کا موقعہ ملا تو دعا کے دوران ہی جو خیال ذہن میں آیا وہ یہی تھا کہ خدا تعالیٰ اس قوم کے ساتھ وہی سلوک کرنے والا ہے جس کا ذکر سورۃ الفیل میں کیا گیا ہے۔

گھر میں آجانے کے بعد احمدی دوستوں، رشتہ داروں کا ایک طویل سلسلہ عیادت کے لئے چلتا رہا۔ تاہم اردگرد کے لوگوں میں سے اکثریت نے حال تک بھی پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔

جون کے آخر میں خاکسار کے زخم کے ٹانکے کھولے گئے تاہم روز ہی زخم کی جگہ پر پٹی کی تبدیلی گھر پر خاکسار خود ہی کرتا رہا۔ اب تقریباً دو سال ہونے کو ہیں۔ خاکسار زخم کے ان نشانات کو دیکھ کر یہ امید کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ یہ زخم کے نشانات قیامت کے روز مغفرت کا سبب بن جائیں گے۔ انشاءاللہ۔ ان زخموں کو مندمل ہونے میں تقریباً ایک سال لگا اس دوران زیادہ دیر چلنا، کھانا کھانا، وزن اُٹھانا کافی مشکل لگتا تھا۔

خاکسار تمام احباب جماعت احمدیہ عالمگیر خاص طور پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے اس دہشتگردی کا نشانہ بننے والے تمام احمدیوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھا (جزاکم اللہ)۔

بقیہ از صفحہ 12: **برکات خلافت**

آخر میں خلافتِ خامسہ کے بابرکت دَور کے حوالہ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چند سال پہلے کی بات ہے کہ شوگر کے مرض کی وجہ سے میری نظر بتدریج بہت کمزور ہو رہی تھی۔ میں دعا کی درخواست کرنے کی غرض سے حضور انور سے ملاقات کرنے لندن گیا اور حضور کو اپنی تکلیف بتائی۔ میری گزارش سننے کے بعد حضور کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر اپنی نشست سے اُٹھے اور میری آنکھوں پر اپنی خلافت کی انگوٹھی کا لمس فرمایا اور دعا کی۔ اس کے بعد معجزانہ طور پر میری نظر بہتر ہو گئی اور میں اب تک بغیر عینک کے دیکھ اور پڑھ سکتا ہوں۔ اسی طرح سے ایک وقت ایسا آیا کہ اندرونی بیماریوں کی وجہ سے میری ٹانگوں میں شدید درد شروع ہو گیا اور مجھے چلنے پھرنے میں انتہائی دشواری محسوس ہوتی تھی۔ میں اُن دنوں اپنے بیٹوں کے پاس جرمنی گیا ہوا تھا۔ حضور بھی اُن دنوں جرمنی کے سالانہ جلسہ کے لئے جرمنی تشریف لائے تو وہاں حضور سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ دورانِ ملاقات میں نے ذرا بے تکلفی کے انداز میں حضور سے ذکر کیا کہ حضور یہ میری وہی ٹانگیں ہیں جن پر اپنے قدمِ مبارک رکھ کر حضرت مصلح موعودؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا کرتے تھے اور یہی وہ ٹانگیں ہیں جنہیں 1974ء کے ہنگاموں میں غیر احمدیوں نے انتقام کی غرض سے توڑنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ بس آپ دعا کریں کہ یہ ٹانگیں اس عمر میں میرا ساتھ نہ چھوڑیں۔ اس پر حضورِ انور نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمام واقعات اور حالات انہیں لکھ کر بھیجوں۔ چنانچہ خاکسار نے ایسا ہی کیا۔ خدا تعالیٰ کے خاص فضل اور حضور کی دعاؤں کی برکت سے فالج کے حملہ کے باوجود خاکسار ابھی تک اس قابل ہے کہ چل پھر سکتا ہے اور کسی کی محتاجی نہیں ہے۔

میرا ہمیشہ سے یہ ایمان ہے کہ اپنی ساری زندگی میں مَیں نے جو کچھ بھی پایا وہ محض خدا تعالیٰ کے فضل اور خلافت کی برکات سے پایا۔

آخر میں یہ خواب بیان کرتا ہوں کہ 1947ء میں پارٹیشن کے بعد حضرت مصلح موعودؓ قادیان سے جدائی، ملکی حالات اور جماعت کے نظام میں خرابی کے ڈر سے انتہائی پریشان رہتے تھے۔ حضور نے اُس دَور میں جماعت کو کثرت سے دعا کی تحریک کی۔ مجھ ناچیز کو بھی اللہ تعالیٰ نے حضورؓ کی اس تحریک پر دعا کی توفیق عطا فرمائی۔ 1948ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کروایا۔ مَیں نے دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک صوفے پر تشریف فرما ہیں۔ آپؐ کے بائیں طرف حضرت مسیح موعودؑ تشریف فرما ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تشریف فرما ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے بائیں طرف حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور خلیفۃ المسیح الثانیؓ تشریف فرما ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ اور تین اور بزرگ کھڑے ہیں۔ لیکن ان تین بزرگوں کی پہچان نہیں ہو سکی تھی۔

اب اللہ تعالیٰ نے مجھے خلافتِ خامسہ کو بھی دیکھنے کی توفیق دی ہے تو مجھے اپنی اُس خواب کی تعبیر کی تکمیل میں اس بات کا احساس ہے کہ اب میرا انجام ہونے والا ہے۔ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ میرا انجام بخیر کرے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

مغربی ممالک میں رہائش کے مسائل اور ان کا حل

(قسط دوم)

(لطیف احمد قریشی)

نقل مکانی! آخر کیوں؟

اس سے قبل کہ ہم چند مزید مسائل کا ذکر کریں اور اُن کے قرآنی حل کو بیان کریں، اس بارہ میں کچھ عرض کرنا ضروری ہے کہ نقل مکانی کے نتیجے میں اتنے مسائل پیدا ہوتے ہیں تو کیا وجوہات ہیں جن کے نتیجے میں انسان پھر بھی نقل مکانی کر جاتا ہے؟ قرآنِ کریم کے مطالعہ سے بہت سی وجوہات سامنے آتی ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا اب ہم ذکر کریں گے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے: 'تُو کہہ دے کہ اے انسانو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔.....' (الاعراف:159)

ایک دوسری جگہ درج ذیل حکم موجود ہے: 'اے رسول! اچھی طرح پہنچا دے جو تیرے ربّ کی طرف سے تیری طرف اُتارا گیا ہے۔.....' (المائدہ:68)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد خداوندی پر پورا پورا عمل کیا اور قرآنِ کریم کی تعلیم کو اپنی زندگی میں ہی تمام عرب اور دنیا کے بادشاہوں تک پہنچایا اور آخری حج کے موقع پر تمام موجود لوگوں کو گواہ بنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیغام کو احسن طریق پر پہنچا دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ان تعلیمات کو دنیا کے ہر ملک اور ہر فرد بشر تک پہنچانے کی کوششیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے بھی شروع کر دیں چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے بہت سے اصحابِ رسول اپنا ملک چھوڑ کر اور بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر دور دراز ملکوں کے علاقوں میں نقل مکانی کر گئے۔ ایران، عراق، شام، مصر، ہندوستان، افریقہ اور چین تک پہنچے اور قرآن کی تعلیم کو اُن ملکوں کے رہنے والے لوگوں تک پہنچایا اور سعید روحوں نے ان تعلیمات کو قبول کیا اور ان پر عمل کر کے ہدایت کی راہ پائی۔ یہ طریق صحابہ کے بعد بھی جاری رہا اور بڑے بڑے بزرگ اپنا وطن چھوڑ کر اسی مقصد کے حصول کے لئے نئے نئے علاقوں میں جا کر آباد ہوتے رہے۔ چنانچہ حضرت علی ہجویری، معین الدین چشتی، نظام الدین اولیاء اور بہت سے اور بزرگ اسی مقصد سے نقل مکانی کر گئے اور اس میں ہر قسم کی تکالیف کو بخوشی برداشت کیا اور وطن سے بہت دور اپنی جان، جان آفرین کے حوالے کر دی۔ گویا ایک وجہ نقل مکانی کی یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم کو دور دراز کے لوگوں تک پہنچایا جائے۔

نقل مکانی کی ایک اور وجہ درج ذیل آیات میں مذکور ہے:

'.....پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں دُکھ دئے گئے اور انہوں نے قتال کیا اور وہ قتل کئے گئے، میں ضرور ان سے ان کی بدیاں دور کر دوں گا اور ضرور انہیں داخل کروں گا ایسی جنتوں میں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ (یہ) اللہ کی جناب سے ثواب کے طور پر (ہے) اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔' (ال عمران 196)

'اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے تو وہ زمین میں (دشمن کو) نامراد کرنے کے بہت سے مواقع اور فراخی پائے گا۔.....' (النساء:101)

گویا نقل مکانی کرنے کی ایک یہ وجہ بھی ہوتی ہے کہ انسان اپنے وطن میں اللہ کے احکامات کی تعمیل کرنے سے روکا جائے اور اسے دکھ دیا جائے تو وہ اپنے وطن کو چھوڑ کر کسی دُور دراز علاقے میں نقل مکانی کر جاتا ہے جہاں پر اسے امن اور سکون کے ساتھ اللہ کے احکامات پر عمل کرنے سے کوئی روکتا نہیں ہے۔ اس کی مثال ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اصحابِ رسول کے نمونوں میں نظر آتی ہے جنہوں نے اسی وجہ سے اپنے مولد و مسکن سے ہجرت کی اور مدینہ میں جا کر ہمیشہ کے لئے آباد ہو گئے اس کو اپنا مرکز بنا کر قرآن کی تعلیمات کو دنیا میں پھیلایا اور وہیں پر وفات پائی۔ وہاں کے رہنے والوں نے بھی حق کو قبول کیا اور اس کام میں مد و معاون ہوئے۔ بعد میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اس سنت نبوی پر عمل کرتے رہے۔

موجودہ زمانہ میں ایک اور قسم نقل مکانی کی سامنے آئی ہے جسے معاشی نقل مکانی کہتے ہیں انگریزی میں اسے Economic Migration کہا جاتا ہے۔ بہت سے ملکوں میں گاؤں سے شہروں کی طرف، غریب ملکوں سے امیر ملکوں کی طرف، مشرقی ملکوں سے مغربی ملکوں کی طرف، تلاش معاش میں لوگوں کا یہ سفر جاری رہتا ہے۔ عام طور پر گھر کا سربراہ نقل مکانی کرتا ہے اور اس کے بیوی بچے اپنے وطن میں اس کا انتظار کرتے ہیں اور جانے والے باہر کے ملکوں یا شہروں میں کما کما کر رقوم گھروں میں بھجواتے رہتے ہیں اور بچوں کا پیٹ پالتے ہیں اگر اس دوران نئے ملک میں مستقل رہائش کا انتظام ہو جائے تو پھر اپنے کنبے کو بھی وہیں بلا لیتے ہیں۔ بعض دفعہ سیاسی پناہ کے لئے درخواستیں بھی دیتے ہیں جبکہ اصل وجہ نقل مکانی کی معاشی بدحالی ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات تعلیم کیلئے کسی ملک میں جانے کے لئے درخواست کرتے ہیں جبکہ اصل مقصد اس ملک میں جا کر کام کرنا اور پیسے کمانا ہوتا ہے غرض طریقے طریقے سے معاشی نقل مکانی کی جاتی ہے اور اکثر کو ان کا مقصد یعنی پیسے کمانا انہیں حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ ایک پرانی کہاوت ہے کہ سفر وسیلہ ظفر۔ لیکن بعض اوقات ناکامی بھی ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ تجارت کے لئے بھی اپنے گھروں کو چھوڑا جاتا ہے۔ سیر و سیاحت کے لئے بھی وطن سے دُور جایا جاتا ہے اور اس کا ذکر بھی قرآن کریم میں ہمیں ملتا ہے۔ آئندہ شمارہ میں ہم مزید چند ایسے ہی مسائل (مثلاً اخلاقی اور سیاسی وغیرہ) کو بیان کریں گے جو ہجرت کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں اور ان سب مسائل کے حل کے لئے قرآن کریم کی ہدایات کا ذکر کریں گے۔

اخلاقی مسائل

اخلاقی مسائل میں سے بڑے بڑے مسائل جن سے مغربی تہذیب رکھنے

والے ممالک دو چار ہیں اُن میں سے صرف دو تین کا ذکر ہی یہاں پر ممکن ہے۔ ان ممالک میں پرانے رہنے والے تو پہلے ہی سے ان سے متاثر ہیں لیکن نئے آنے والے بھی ماحول سے متاثر ہو کر ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں خاص طور پر وہ لوگ جو چھوٹی عمر میں ان ممالک میں آتے اور یہیں پر تعلیم اور تربیت حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک شراب نوشی ہے۔ شراب پانی کی طرح پی جاتی ہے اور اس کے بداثرات سے ہر پینے والا اور اس کا ماحول متاثر ہوتا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق صرف یو کے میں سرکاری خزانہ کو شراب نوشی کی وجہ سے دو ارب پاؤنڈ سالانہ سے زیادہ کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لڑائیاں جھگڑے ہوتے ہیں۔ مار پیٹ اور موٹر کے حادثات کے نتیجے میں لوگ زخمی ہوتے اور ہسپتالوں میں داخل ہوتے ہیں۔ جنسی بے راہ روی کے واقعات نشے کی حالت میں سرزد ہو جاتے ہیں اور عدالتوں کی کارروائیاں ہوتی ہیں مقدمات بنتے ہیں۔ کھیلوں کے اختتام پر شراب کے نشے میں لوگ مدمقابل کی ٹیموں کو پسند کرنے والوں سے جھگڑنے لگتے ہیں اور بعض دفعہ دوسرے ملکوں میں بھی ایسے جھگڑے ہو کر ملک کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ گھروں کے اندر مار پیٹ کے واقعات ان کے علاوہ ہیں جن میں سے بعض تو کبھی منظر عام پر نہیں آتے۔ شراب نوشی کے نقصانات ہر خاص و عام کو نظر آتے ہیں بہت سی بیماریاں شراب نوشی کی وجہ سے جنم لیتی ہیں جن میں دل، دماغ اور جگر کی بیماریاں سرفہرست ہیں پھر بھی شراب کے قصیدے گائے جاتے ہیں اپنے اپنے علاقے کی شراب پر فخر کرتے ہیں، یہ فرانس کی ہے، یہ روس کی ہے، یہ جرمنی کی ہے، یہ سکاٹ لینڈ کی ہے۔ اسے بہت جذبہ سے پیتے ہیں اور پھر خوب بیمار ہوتے ہیں لیکن کسی شراب کی بوتل پر سگرٹ کے پیکٹ کی طرح یہ وارننگ نہیں لکھی ہوتی کہ یہ زہریلی ہے اور اس کے پینے سے فلاں فلاں بیماری ہونے کا احتمال ہے۔ غرض یہ ایک بہت بڑی لعنت ہے جو ان ملکوں میں ایک گھمبیر مسئلے کی طرح موجود ہے اور ہر نئے آنے والے کو متاثر کر سکتی ہے۔

ایک اور بہت بڑا مسئلہ جوئے بازی کا ہے۔ اس میں بھی عوام کی ایک بڑی تعداد ملوث ہے اور اسے کوئی برا کام نہیں سمجھتی۔ کھیلوں پر جوئے بازی ہوتی ہے۔ فٹ بال، گھوڑوں اور کتوں کی دوڑ پر تو ہمیشہ سے ہوتی تھی اب ٹینس اور کرکٹ پر بھی ہونے لگی ہے اور اس کی وجہ سے کھیل اور کھلاڑیوں دونوں پر ہی بہت برا اثر پڑا ہے۔ گلی کے نکڑ پر یا مارکیٹ میں ایک دکان ہوتی ہے جس میں شراب خانوں کی طرح بچوں کا داخلہ ممنوع ہوتا ہے اس میں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں اور اندر جا کر ہر قسم کا جوأ کھیلتے ہیں۔ کونسا گھوڑا آگے نکلے گا کونسا پیچھے رہ جائیگا؟ کونسی فٹبال کی ٹیم اس ہفتہ کے دن جیتے گی اور کونسی برابر رہے گی؟ کون سا کرکٹ کا کھلاڑی کس اوور میں نو بال کروائے گا؟ غرض اس قسم کی خرافات پر بڑی بڑی رقمیں لگا کر شرطیں لگائی جاتی ہیں اور عمومی طور پر وہ شرطیں ہاری جاتی ہیں یا دھوکے سے جیتی بھی جاتی ہیں۔ نئی ترقی یافتہ دنیا میں تو اب اس دوکان میں جانے کی تکلیف کی ضرورت بھی نہیں رہی اور یہ سب کچھ انٹرنیٹ اور کریڈٹ کارڈ کے ذریعے سے کیا جا سکتا ہے۔

جوئے بازی کی ایک اور قسم بھی ہے جس نے تمام دنیا کو اپنی پلیٹ میں لے لیا ہے اور بڑی تیزی سے ترقی کر رہی ہے اور وہ ہے اسٹاک ایکسچینج کا کاروبار۔ یہ تجارت کی ایک قسم ہے جس نے رفتہ رفتہ ہر ملک کو ملوث کر لیا ہے لیکن مغربی ممالک میں خاص طور پر دیکھنے میں آتی ہے۔ تھوڑی سی رقم دے کر بہت بڑی تعداد میں کسی معروف کمپنی کے حصص خرید لئے جاتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد بیچ دئے جاتے ہیں اور اس طرح جلدی سے کبھی فائدہ اور کبھی نقصان اٹھایا جاتا ہے۔ اسے سٹہ بازی کہتے ہیں۔

پھر لاٹری ہے۔ کچھ لاٹریاں تو حکومتیں چلاتی ہیں کچھ کو کمپنیاں چلاتی ہیں۔ ہر ہفتے اس کے 'انعامات' تقسیم ہوتے ہیں کس خوشی میں انعام دیا جا رہا ہے یہ کسی کو پتہ نہیں۔ کروڑوں تقسیم ہو جاتے ہیں اور اس سے زیادہ لاٹری چلانے والے کو بچت ہو جاتی ہے۔ اگر تو حکومت چلا رہی ہے تو بچت کی رقمیں رفاہی کاموں پر خرچ کر دی جاتی ہیں۔ کاروں موٹر سائیکلوں اور ایسی ہی چھوٹی موٹی چیزوں کے انعامات کے تو سب ہی واقف ہیں جو سو، پچاس روپے کے ٹکٹ پر دئے جانے کی تشہیر ہوتی رہتی ہے۔ یہ جوأ تو اس قدر عام ہے کہ جوأ سمجھا ہی نہیں جاتا۔

جوأ ایک ایسی چیز ہے جس کی شراب کی طرح لت پڑ جاتی ہے اور آخر کار انسان کی تباہی کا باعث ہوتی ہے۔ سب ہی اس سے واقف ہیں اور امریکہ کے جوئے خانوں میں داخل ہونے والوں کے لئے دروازوں پر ہی اس کی وارننگ درج ہوتی ہے۔ ایسے ایسے واقعات بھی سامنے آتے رہتے ہیں کہ کسی شخص نے جوئے میں اپنا تمام مال و متاع لٹا کر بالآخر خودکشی کر لی یا کسی بنک کے کسی افسر نے اپنے بنک کا تمام روپیہ جوئے کی نظر کر دیا۔ یہ ایک ایسی آفت ہے جس سے ہمارا معصوم نووارد بالکل ناواقف ہوتا ہے اور اگر خدانخواستہ اس میں ملوث ہو جائے تو پھر تباہی ہی تباہی ہے۔

ایک اور خوفناک مسئلہ جنسی بے راہ روی کا مسئلہ ہے۔ یہ بھی عام ہے اور اس کے نتیجے میں بھیانک بیماریوں اور دوسری تکالیف سے لوگ دو چار ہیں اور اس کی وجہ مردوں اور عورتوں کا بے محابہ اختلاط، شرم و حیا کا فقدان، آزادئ افراد اور آزادئ نسواں کے کھوکھلے اور پرفریب دعاوی اور ذرائع ابلاغ پر برائیوں کی تشہیر معلوم ہوتی ہے۔ باوجود اس کے کہ ملکی قوانین بہت سخت ہیں اور پکڑے جانے کی صورت میں ان پر عمل درآمد بھی کیا جاتا ہے لیکن پھر بھی ملک میں رہنے والا کمزور طبقہ مثلاً بچے، عورتیں اور غیر ملکی افراد خاص طور پر اس مسئلہ کی وجہ سے مشکلات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسے بچے جن کے والدین نہیں ہیں اور وہ ایسے اداروں میں رہتے ہیں جو یتیم خانوں کی طرح ہوتے ہیں وہاں پر بچوں پر اسی قسم کا ظلم روا رکھا جاتا ہے۔ ہر ایک کو ایسی ظالمانہ کارروائیوں کا علم بھی ہوتا ہے لیکن پھر بھی کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا۔ عوام کو پتہ اس وقت چلتا ہے جب وہی بچہ جوان ہو کر مقدمہ دائر کرتا ہے اور اس ظلم کی داد خواہی کرتا ہے۔ کوئی کسی چرچ کے ادارہ پر مقدمہ کر دیتا ہے کوئی کسی پادری پر کر دیتا ہے کوئی کسی حکومتی کارندے پر کر دیتا ہے اور یہ کہانیاں ذرائع ابلاغ کے ذریعے مشتہر ہوتی ہیں تو ایک آفت آ جاتی ہے۔ پادری یا حکومتی کارندہ عوام کے اشتعال سے چھپتا پھرتا ہے۔ چرچ کا ادارہ اپنے آپ کو دیوالیہ قرار دلوا دیتا ہے تا کہ اسکی جائداد کی قرقی نہ ہو جائے۔ بچوں کو چھوٹی عمر سے ان امور کی تعلیم دی جاتی ہے اور احتیاطی تدابیر باقاعدہ کورس کے طور پر سکھائی جاتی ہیں۔ ایسی فلمیں دکھائی جاتی ہیں جو وضاحت سے ہر چیز بتاتی ہیں۔ ان کو بیماریوں سے بچاؤ کی دوائیاں دی جاتی ہیں تا کہ وہ ان جنسی بیماریوں اور زچگی سے بچ سکیں غرض ایک

قومی مہم کے طور پر اس کام کو کیا جاتا ہے۔ بیچارہ نو وارد غیر ملکی ان تمام مصائب سے نا آشنا بہت خوش ہوتا ہے کہ اب بالآخر وہ ایک آزاد معاشرے میں آ گیا ہے اس لئے اب جو چاہے سو کرے۔ تو یہ بھی ایک بڑا مسئلہ ہے جو نئے آنے والے کو درپیش ہوتا ہے۔

خاندانی مسائل

اب ہم مسائل کی ایک اور قسم کو لیتے ہیں جو مغربی ممالک میں لوگوں کو درپیش ہیں اور اُن کا تعلق انسان کے خاندان سے ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی فرد کا خاندان کیا ہوتا ہے؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ خاندان کی ضرورت کیا ہے؟ اور آخری سوال یہ ہے کہ یہ ضرورت کتنے عرصہ کے لئے ہوتی ہے؟ تو سب سے پہلے ہم غور کر کے ان تین سوالوں کے جواب تلاش کریں گے اور پھر جو صورت حال مغربی ممالک میں مشاہدہ کی جاسکتی ہے وہ بیان کریں گے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر انسان کمزور ہے اور یہ نوزائیدہ بچے کے مشاہدہ سے بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ انسان دنیا میں تنہا پیدا ہوتا ہے اور ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ مکمل طور پر دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی حالت میں ایک دوسرا انسان جو ماں کہلاتی ہے اسے سہارا دیتی ہے۔ دودھ پلاتی ہے۔ صاف ستھرا رکھتی ہے اور ہر چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کا خیال کرتی ہے۔ ماں بھی بہت کمزور ہوتی ہے نہ اُٹھ سکتی ہے نہ بیٹھ سکتی ہے نہ کام پر جاسکتی ہے تا کہ اپنا ہی پیٹ پال لے۔ تو وہ بھی محتاج ہوتی ہے۔ اس کی مدد کے لئے ایک اور انسان آگے آ جاتا ہے اور اسے سہارا دیتا ہے اور اس کا نام باپ ہے۔ اس کے لئے مزدوری کرتا ہے کھانا لا کر دیتا ہے۔ کھانا کھلاتا ہے۔ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتا ہے۔ ضرورت پڑے تو بچے کو سنبھالتا ہے۔ ماں کو کام مشکل لگے تو اس کو تسلی دیتا ہے۔ پھر باپ بھی کمزور ہوتا ہے اور نا تجربہ کار ہوتا ہے۔ بے شک وہ ماں کی بہادری کے ساتھ ہمت تو بڑھاتا ہے لیکن اُسے بھی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسے سہارا اس کے والدین اور بہن بھائی وغیرہ، اگر کوئی ہوں تو، دیتے ہیں۔ اسی طرح ماں کے والدین اور بہن بھائی ہیں جو اگر چاہیں تو اس مشکل وقت میں سہارا بن جائیں۔ تو یہ سب سے چھوٹا خاندان ہے جسے ہم کنبہ کہتے ہیں اور یہی انگریزی میں Family Unit کہلاتا ہے۔

اگلا سوال ہے کہ اس کنبے کا کیا فائدہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کی کمزوری کی حالت میں یہ یونٹ سہارا بنتا ہے اور ایک خوبصورت اور حسین معاشرہ کی بنیاد ہے۔ یہ کیسے ہوتا ہے؟ ایک مثال سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ ایک خاتون کی ایک بہت معزز خاندان کے کسی شخص سے شادی ہوتی ہیں اور وہ اپنے وطن اور عزیزوں سے بہت دور کسی اور شہر میں جا کر رہنے لگتی ہیں۔ حاملہ ہونے کے کچھ عرصہ کے بعد اُن کے خاوند کی وفات ہو جاتی ہے اور خاتون اکیلی رہ جاتی ہیں لیکن بے سہارا نہیں ہیں کیونکہ اُنکے خاوند کے ابا اُنکی اور اُن کے پیدا ہونے والے بچے کی کفالت سنبھال لیتے ہیں۔ جب بچہ کچھ بڑا ہو گیا تو اُن کی والدہ اُنہیں لے کر اپنے وطن تشریف لے گئیں اور ان کے ننھیالی رشتہ داروں سے اُنہیں ملوایا۔ واپسی کے سفر میں راستہ میں ہی والدہ کی وفات ہو گئی اور کسی ملازمہ نے بچے کو اُن کے دادا کے پاس پہنچا دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس بچے کے دادا کی وفات بھی ہو گئی لیکن اب بھی یہ بچہ بے سہارا نہیں رہا اور اُن کے چچا نے اس بچے کی کفالت کو سنبھال لیا۔ یہ سچے واقعات ہمارے آقا اور مولا سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور یہ تو درست ہے کہ اللہ ہر لمحہ اور ہر آن اُن کا سہارا بنا اور محافظ رہا لیکن جو ذرائع اللہ تعالیٰ نے اس سہارے کے لئے استعمال کئے وہ یہی حضور انور کا کنبہ تھا۔

پھر یہ سوال کہ کتنے عرصے تک اس سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اس کا جواب بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات میں ہمیں مل جاتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ چچا آخری سانس تک حضور کا دنیاوی سہارا بنے رہے اور دشمن رشتہ داروں اور دوسروں کے خلاف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سینہ سپر رہے۔ چچا کی وفات کے بعد ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وطن سے ہجرت فرمائی اور ہجرت کے بعد والدہ کے وطن کے افراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیاوی سہارا بن گئے اور انہی کے درمیان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور تدفین عمل میں آئی۔ ان حالات کی روشنی میں گویا اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس دنیاوی سہارے کا عرصہ انسان کے اس دنیا سے کوچ کر جانے تک قائم رہتا ہے۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مغربی ممالک میں کنبے کے رشتہ داروں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے؟ سب سے پہلے دادا، نانا وغیرہ ہیں یہ سب اگر زندہ ہوں تو بڑی بڑی عمر کے ہوتے ہیں ممکن ہے کہ انہیں نسیان کی یا اور دوسری بیماریاں لاحق ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے گھر کے بجائے بوڑھے لوگوں کے کسی ہوسٹل جسے نرسنگ ہوم کہا جاتا ہے میں رہتے ہوں۔ اس ملک کے بوڑھے لوگوں کو سب سے بڑی فکر اپنا گھر چھٹ جانے کی ہوتی ہے لیکن چونکہ سنبھالنے والا کوئی نہیں ہوتا اس لئے مجبوراً بوڑھوں کے ہوسٹل میں جانا پڑتا ہے۔ وہاں کا عملہ عام طور پر تو ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا ہے۔ کھلاتا پلاتا ہے۔ حوائج ضروریہ میں مدد کرتا ہے لیکن کبھی کبھی کوئی شریر چٹکی بھی کاٹ لیتا ہے۔ گالی بھی دیدیتا ہے اور برا سلوک بھی کرتا ہے اور اس کا پتہ اس وقت لگتا ہے جب یہ سب کچھ چھپے ہوئے کیمرے کے ذریعہ ریکارڈ ہو کر ٹیلی وژن پروگرام کے ذریعے سے تمام دنیا میں مشتہر ہو جاتا ہے۔ ایسے پروگرام دیکھنے کے بعد ہر بوڑھی عورت اور مرد اُس دن سے خوف کھاتا ہے جب انہیں سنبھالنے والا کوئی نہ ہو اور انہیں ہسپتال یا نرسنگ ہوم میں جانا پڑے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اکیلا رہنے والا بزرگ اپنی چوکھٹ پر گر پڑتا ہے اور اس کی ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے اور وہ وہاں سے اٹھ نہیں سکتا اور کئی گھنٹے شدید درد، سخت سردی، بھوک اور پیاس میں وہیں پر پڑا رہتا ہے اور جب تک اس کی مدد کے لئے کوئی پہنچتا ہے اور اسے ہسپتال پہنچایا جاتا ہے اس وقت تک اس کی جلد ایک ہی جگہ پڑے رہنے سے گل کر جھڑ جاتی ہے اور وہ شدید بیمار ہو جاتا ہے اور لمبے عرصے تک اسے ہسپتال میں رکھنا پڑتا ہے۔ اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہیں پڑے پڑے وہ فوت ہو جاتا ہے اور کافی عرصہ کے بعد جب اس کا جسم گل سڑ کر بدبو دینے لگتا ہے تب اس واقعہ کا پتہ چلتا ہے۔ ایسے واقعات کی وجہ سے بوڑھے لوگوں کو بے سہارا نہیں چھوڑا جاسکتا اور جب سنبھالنے والا کوئی نہ ہو تو ایسے بوڑھے لوگوں کو مناسب ہوسٹل میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔

یہ تو دادا نانا کا حال ہے جنہیں عوامی زبان میں Old Pop کہتے ہیں۔

اب ماں باپ کا حال بھی سن لیں۔ یہ بچوں کو پالتے پوستے ہیں کھلاتے پلاتے ہیں لکھاتے پڑھاتے ہیں سیر وسیاحت کے لئے لے کر جاتے ہیں غرض ہر طرح ان کا خیال رکھتے ہیں۔ پھر بچے کی تعلیم مکمل ہو جاتی ہے اسے نوکری مل جاتی ہے اور وہ شادی کر لیتا ہے اور ایک نیا گھر آباد ہو جاتا ہے۔ اس گھر میں والدین کے لئے جگہ نہیں ہوتی البتہ سال میں ایک دن ''فادرز ڈے'' Father's Day اور ایک دن ''مدرز ڈے'' Mother's Day کے طور پر ضرور مناتے ہیں اور اس دن ماں باپ کے لئے پھول یا کوئی تحفہ بھیج دیتے ہیں۔

بچوں کا حال بھی کچھ مختلف نہیں ہے۔ بہت سی شادیاں جلد ہی خاوند اور بیوی کی علیحدگی پر اپنے انجام کو پہنچتی ہیں اور بچوں کی تحویل کے لئے لمبی چوڑی عدالتی کارروائیاں کی جاتی ہیں کون کتنے پیسے دے گا؟ بچہ کس کے پاس کتنے وقت کے لئے رہے گا؟ وغیرہ۔ خاوند اور بیوی کی طلاق کے نتیجے میں اکیلے سرپرست Single Parent خاندان منظر عام پر آتے ہیں جن کو اگر تو نانا نانی وغیرہ کا سہارا مل جائے تو کامیابی ہو جاتی ہے ورنہ ایسی صورت حال میں سب سے زیادہ نقصان بچوں کا ہوتا ہے۔

غرض یہ خاندانی مسائل ہیں جن سے مغربی ملکوں میں رہنے والے دوچار ہیں اور اس ماحول میں منتقل ہونے والے افراد ان سے متاثر ہوتے ہیں اور اگر وہ بھی اس نمونہ پر عمل شروع کر دیں تو انہیں بھی انہی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بعض اور لوگ بھی ہیں جن کا تمدن بظاہر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ماں کا ذکر بڑی عزت سے کریں گے لوگوں کے سامنے جھک کر پاؤں کو چھوئیں گے۔ عورتوں کو حقوق دلوانے کے بڑے بڑے دعاوی کریں گے لیکن حال یہ ہے کہ زچگی کے دوران بچے کی جنس کا پتہ کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر پتہ چلے جائے کہ لڑکی ہے تو حمل کو ضائع کروا دیں گے۔ بیوی کے قریبی رشتہ داروں یعنی باپ اور بھائی کا رشتہ اُن کی زبان میں گالی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ دو خاندانوں میں اگر رشتہ قائم ہو تو محبت بڑھانے کا باعث بننے کے بجائے ایسے رشتے ایک دوسرے کو تنگ کرنے، رُسوا کرنے اور بدلے نکالنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ نئی دلہن پرانی عداوتوں کا بدلہ اپنے خاوند اور اس کے رشتہ داروں سے نکالتی ہے اور سارے گھر کی جان عذاب میں ڈالے رکھتی ہے۔ بچوں کی تربیت کرنے کے بجائے رشتہ داروں کی برائیاں پہلے دن سے اُن کے دلوں میں بٹھانے کی کوششیں کرتی ہے۔ تو ایسا معاشرہ بھی دنیا میں موجود ہے اور اُس کا اثر اُس ملک میں رہنے والے تمام لوگوں پر پڑتا ہے جو اُن کے رسم ورواج کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے کہ کسی شاعر نے کہا تھا کہ:

''وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود''

غرض ملک کے اکثریتی فرقہ کے ماحول اور تمدن کا وہاں کے دوسرے رہنے والوں پر ضرور اثر پڑ جاتا ہے اور ان کا تمدن بھی بدل جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں جو نئے آنے والوں کو متاثر کرتے ہیں۔

مذہبی مسائل

مغربی ممالک میں گو کہ مختلف مذاہب اور عقیدہ کے لوگ آباد ہیں اور سب کو اپنے اپنے مذاہب کی پیروی کرنے کی آزادی ہے لیکن اکثریت اپنے آپ کو مسیحی مذہب کے پیروکار ظاہر کرتے ہیں۔ حکومت کے ماتحت چلنے والے سکولوں میں بھی عیسائی مذہب کی تعلیم دی جاتی ہے گو ایسے بچے جن کے والدین ایسی تعلیم سے متفق نہ ہوں انہیں آزادی ہوتی ہے کہ مذہبی تعلیم کے دوران ان کا بچہ کسی اور کام میں اپنے دوسرے ساتھیوں سے علیحدہ مصروف رہے۔ اس کے علاوہ کچھ مذہبی سکول (Faith Schools) بھی ہوتے ہیں جنہیں کوئی مذہبی ادارہ چلاتا ہے اور ایسے سکولوں میں اپنے اپنے مذاہب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ایسے سکول کی اکثریت عیسائی مشنری ادارے چلا رہے ہیں اور ان کی تعلیم کا معیار بھی عام سکولوں سے بہتر ہوتا ہے جس کی وجہ سے ایسے سکولوں میں بچوں کو داخل کرا دینے کے لئے بہت کوششیں کی جاتی ہیں۔ یہودیوں، ہندوؤں اور دوسرے مذاہب کے پیروکار بھی اپنے اپنے سکول کھول لیتے ہیں اور حکومت ان کے معیار تعلیم وغیرہ پر گہری نظر رکھتی ہے اور وقتاً فوقتاً معائنہ کرتی رہتی ہے۔ ایسے سکولوں میں تعلیم کے نتیجے میں بچے اپنے مذہب کے متعلق کافی باخبر ہو جاتے ہیں۔ ایسے سکولوں سے تعلیم حاصل کرنے والوں سے مل کر اور بات چیت کر کے بڑی آسانی سے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کس سکول میں تعلیم حاصل کر کے آیا ہے۔ کانونٹ سکول میں تعلیم حاصل کرنے والوں کا اپنا انداز ہوتا ہے۔ پبلک سکول میں پڑھنے والوں کا اپنا انداز ہوتا ہے اور ہندو سکول میں پڑھنے والوں کا اپنا انداز ہوتا ہے۔

کچھ عرصہ اُن ممالک میں رہنے کے بعد وہاں کے معاشرے کا اثر نئے آنے والوں پر بھی ہونا شروع ہو جاتا ہے اور خاص طور پر چھوٹی عمر میں اور سکولوں اور دوسری درس گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہ اثرات زیادہ نمایاں ہو جاتے ہیں۔ لامذہبیت اور دہریت بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ عیسائیت بھی اثر انداز ہوتی ہے اور ہندوانہ تہذیب اور تمدن بھی اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ نئے آنے والے سمجھتے ہیں کہ ہندوانہ تمدن ہی شاید اُن کا تمدن ہے اور مشرکانہ طریقے اختیار کر لیتے ہیں۔ تو یہ بھی ایک مسئلہ ہے جس سے نیا آنے والا دوچار ہوتا ہے۔

سیاسی مسائل

شروع میں تو معاشی مسائل سے ہی نپٹنے میں نئے آنے والوں کا وقت کٹتا ہے لیکن پھر آہستہ آہستہ دوسرے کاموں میں بھی دلچسپی شروع ہو جاتی ہے۔ ان میں سے ایک سیاست بھی ہے۔ سیاست میں جمہوریت کا نظام رائج ہے اس لئے عام طور پر تو پرانے رہنے والوں کا ہی سیاست پر قبضہ ہوتا ہے اور وہ اپنے حالات اور مسائل سے گہری واقفیت بھی رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہر دلعزیز ہونے کے لئے کس طریقے پر کام کرنا ضروری ہے۔ نئے آنے والوں میں تو ہر خاص وعام کو دلچسپی ہوتی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ لوگ زیادہ آ رہے ہیں کم آنے چاہیں۔ کوئی کہتا ہے ہمیں مزدوروں کی ضرورت ہے زیادہ آنے چاہئیں۔ کوئی کہتا ہے ہمیں فلاں کام کروانے کی ضرورت ہے فلانے ملک سے منگوالو دوسرا کہتا ہے وہاں کے مزدور اچھے نہیں ہیں مت منگواؤ۔ غرض طرح طرح کی باتیں سننے میں آتی ہیں اور سیاسی جماعتیں اس کے مطابق اپنے منشور تشکیل دے کر انتخابات میں حصہ لیتی ہیں اور نزلہ نئے آنے والوں پر گرتا ہے۔ بعض دفعہ کسی ملک سے آنے والے تشدد اور دہشتگردی کا نشانہ بھی بن جاتے ہیں جن میں خاص طور پر ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ایک ہی نظر میں غیر ملکی کے طور پر پہچانے جاتے ہوں۔ ذرائع ابلاغ ایسے امور کو ہوا دینے میں خاص کردار ادا کرتے ہیں۔ پھر بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی خاص

کارخانے میں کام کرنے کے لئے سینکڑوں مزدور باہر کے ملکوں سے آجاتے ہیں لیکن جب کچھ دنوں کے بعد وہ کارخانہ بند ہو جاتا ہے تو یہ تمام نئے آنے والے بیکار ہو جاتے ہیں۔ قرض پر لئے ہوئے ان کے مکانات کی قرقی ہو جاتی ہے اور ان کو اپنی رہائش وغیرہ کے لئے حکومت کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے اور عجیب معاشی بدحالی کا منظر دکھائی دیتا ہے جس کی وجہ سے مقامی باشندوں میں بھی سخت بے چینی پھیل جاتی ہے اور سیاسی جماعتیں اس کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ تو ایسے حالات بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ نئے آنے والے اپنی اپنی جماعتیں بنا لیتے ہیں بعض پرانی پارٹیوں میں ہی محنت سے کام کرتے ہیں اور اپنا مقام بنا لیتے ہیں۔ بعض وزیر اور مشیر اور لارڈ بھی بن جاتے ہیں لیکن ذرائع ابلاغ کی نظر ہر وقت ان سیاست دانوں پر رہتی ہے اور ان کے متعلق خبریں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوتی ہیں۔ 'اس وزیر نے فلاں آدمی کو پاسپورٹ جلدی دلوادیا اور قواعد کی خلاف ورزی کی' 'اس ممبر نے اپنا گوشوارہ غلط بھرا'۔ 'اس نے دو مکانوں کا خرچہ حکومت سے حاصل کیا جس کا اس کو حق نہیں تھا'۔ غرض اخبارات اور رسائل ان پر خاص نظر رکھتے ہیں بلکہ بعض تو اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے پرائیویٹ ٹیلیفون کی بات چیت ریکارڈ کر کے شائع کر دیتے ہیں (اسے Phone Hacking کہتے ہیں اور یہ خلافِ قانون ہے) جیسے کہ حال میں لندن کے ایک مشہور ہفت روزہ News of the World کے حالات عوام کے سامنے آئے جس کے نتیجے میں سو سال سے زیادہ عرصہ سے چلنے والا یہ اخبار ایک ہی دن میں بند کر دیا گیا۔ غرض اس قسم کے مسائل کا بھی نئے آنے والوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ان تمام مسائل کو دیکھتے ہوئے ممکن ہے کہ بعض لوگ سمجھیں کہ دوسرے ملکوں میں جانا ہی نہیں چاہئے لیکن آئندہ شمارہ میں ہم پڑھیں گے کہ قرآنِ کریم ہمیں ان معاملات میں کیا ہدایات دیتا ہے۔

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر ہمارے عمل اس قابل نہیں، ہماری عبادتیں سوز و گداز سے بھری ہوئی نہیں، ہم اللہ کی نظر میں مقبول نہیں تو لاکھ ہم ﴿نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰہ﴾ کہتے رہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور دوسرے لوگ آ کر یہ مقام لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو اس طرح قبول نہیں کرتا وہ تو یہی کہے گا کہ پہلے اپنی حالت درست کرو، اپنے اعمال درست کرو، انسانی حقوق ادا کرو، پھر میرے دین کے مددگار کہلا سکتے ہو۔''

(سالانہ اجتماع انصار اللہ یوکے 2005ء سے خطاب)

انصار بھائیوں سے درخواست ہے کہ تعمیرِ مساجد کے حوالہ سے پیش کئے جانے والے اپنے وعدہ کی جلد ادائیگی کر کے ممنون فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

تعلیمی پرچہ میں نمایاں کارگزاری دکھانے والے انصار

لندن مسجد: امتیاز احمد صاحب، عبدالباسط صاحب، نعیم احمد رضا صاحب، رؤف احمد خان صاحب، دبیر الحق صاحب، مبشر احمد ڈوگر صاحب۔

پٹنی: اعجاز ایوب خان صاحب، رفیع احمد ججہ صاحب، مبشر احمد ندیم صاحب، محمد عبدالرشید صاحب، مسعود احمد خان صاحب، عبدالحیٔ سانوگو صاحب، طاہر احمد تنویر خان صاحب، عبدالرشید شاکر صاحب، سراج دین صاحب، امتیاز احمد صاحب، راجہ انور احمد صاحب، رشید احمد صاحب، جاوید اقبال صاحب، عارف چوہدری صاحب، مبارک احمد شاہد صاحب، سعید احمد سہگل صاحب

تھارنٹن ہیتھ: مبشر احمد صدیقی صاحب۔

ٹوٹنگ: رحیم بخش صاحب، عبدالشکور خان صاحب، عامر سلیم صدیقی صاحب، ڈاکٹر نسیم احمد صاحب، شکیل احمد صاحب، امیر عالم صاحب، نوید احمد ناگی صاحب، میر حامد یوسف صاحب، آفتاب احمد صاحب، عبدالمجید صاحب، بشارت احمد صاحب، طاہر محمود گوندل صاحب، دین محمد صاحب، نعیم احمد بٹ صاحب، خالد رشید صاحب، ناصر احمد چٹھہ صاحب، سمیع اللہ صاحب، محمد خان صاحب، سرفراز احمد صاحب۔

ویسٹ ہل: رفیق اختر روزی صاحب، ملک محمود احمد صاحب، اعجاز احمد پرویز صاحب، خواجہ منیر الدین صاحب۔

ٹوٹنگ بیک: عبدالحمید احمد صاحب، عبدالسلام صاحب، اشفاق احمد صاحب، بشارت احمد صاحب، اعجاز احمد صاحب، ملک نعمان احمد خان صاحب، مظہر اقبال صاحب، میاں محمد رفیع صاحب، محمد رمضان شیقی صاحب، محمد ابراہیم عابد صاحب، سعید احمد صاحب، فضل عمر ڈوگر صاحب۔

سوانزی: نعیم احمد طاہر صاحب، نسیم احمد خانصاحب، شکیل احمد صاحب، آصف اقبال بسرا صاحب، حنیف احمد صاحب، اخوند شکیل احمد صاحب، لطیف احمد شیخ صاحب، خواجہ ہارون رشید صاحب۔

برمنگھم ایسٹ: سلیم احمد صاحب، محمد نواز جویا صاحب، عمران نذیر صاحب، مقصود احمد قمر صاحب، طارق محمود صاحب، زاہد محمود صاحب، داؤد احمد ناصر صاحب، سعید احمد رفیق صاحب، مسرور احمد صاحب، غلام احمد بلوچ صاحب۔

نار برى: مرزا تنویر احمد صاحب، راجہ تصور احمد خالد صاحب، عرفان اللہ چیمہ صاحب، منظور احمد شاد صاحب، عبدالسمیع سہیل صاحب، بشارت الرحمٰن زیروی صاحب، آصف ندیم صاحب، نثار احمد صاحب، سعید احمد صاحب، ناصر احمد بھٹی صاحب، طارق مجید صاحب، طاہر عدنان صاحب، محمد اظہر ملک صاحب، عبدالمجید ظفر صاحب، منیب الرحمٰن صاحب۔

شرلی: مجیب احمد مرزا صاحب۔

کلیپہم: عبدالغفار مغل صاحب، احسان اللہ چوہدری صاحب، اعزاز احمد صاحب، نصیب انور صاحب، نعیم احمد صاحب، طارق اویل صاحب۔

ارلزفیلڈ: محمد احمد طاہر صاحب، خواجہ نصیر صاحب، محمد نور چاند صاحب، فضل کریم لودھی صاحب، مظہر احمد چیمہ صاحب، محمد احمد سعید بھٹی صاحب، ولید احمد صاحب، بشارت احمد صاحب، جمیل احمد صاحب، کلیم احمد صاحب، محمد ریاض صاحب، شمیم احمد بٹ صاحب، عرفان احمد صاحب، مبارک جاوید صاحب، منور احمد صاحب، رفیع احمد شاہ صاحب، رفیق احمد صاحب، الطاف احمد صاحب، نعیم اللہ ناصر صاحب۔

بارکنگ ایسٹ: صباح الدین نجم صاحب، طاہر ممتاز صاحب، شاہد احمد صاحب، زاہد احمد عابد صاحب، مرزا مجید احمد صاحب۔

ساؤتھ مارڈن: طیب احمد صاحب، محمد یعقوب صاحب، تنویر احمد تبسم صاحب، طارق محمود صاحب، ناصر احمد صاحب، منصور احمد رانا صاحب، میاں عبدالسمیع عمر صاحب، راجہ محمود احمد صاحب، شاہد محمود صاحب۔

پریسٹن: ڈاکٹر فرید احمد احسن صاحب، مبشر احمد قریشی صاحب، داؤد احمد پیر صاحب

شہید احمدیت مکرم مرزا ظفر احمد صاحب

(شاھد رضوان احمد)

ہمارے بہت ہی پیارے مخلص بے لوث دوست مکرم مرزا ظفر احمد صاحب نے سانحہ لاہور میں بدبخت دہشت گردوں کے مسجد پر حملہ میں راہِ مولا میں جان قربان کر دی۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ویسے تو مکرم مرزا صاحب کی ہر خدمت، فعل، قول، سعی اور عمل کا انداز اس حد تک دل کی گہرائی اور سوچوں کی باریکی پر مبنی ہوتا تھا کہ عام لوگ اپنی ذاتی زندگی کو سنوارنے میں بھی بہت کم اتنا سوچتے ہیں۔ اس خلوص اور اہتمام سے دین کی خدمات بجا لاتے تھے گویا ہر فعل کو التَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ کے پیشِ نظر خوبصورت اور احسن رنگ میں ہی اس خدمت کا اعلیٰ حق ادا ہو۔ یقیناً اسی لئے حق تعالیٰ نے اُن کی خدمات کو شرفِ قبولیت سے نواز کر اپنی جناب میں معزز و مکرم فرماتے ہوئے بدلہ میں اُن کی موت کو بھی عام طرز کی بجائے اُن کی طرف سے ایک عُمدہ و اعلیٰ تحفے کے رنگ میں مقبول فرمایا۔

مکرم مرزا ظفر احمد صاحب کا تعلق لاہور کے ایک معزز احمدی گھرانے سے تھا آپ کے والد محترم صفدر ہمایوں جنگ صاحب جماعت میں ایک معروف شخصیت اور آپ کے بڑے بھائی پاک فوج میں کرنل کے طور پر اپنی عسکری خدمات پر متعین تھے۔ خود ایک قابل اور دانشمند نوجوان تھے اور شعبہ انجینئرنگ سے تعلق تھا۔ ان تمام حوالوں کے باوجود آپ نہایت سادہ طبع اور قانع شخص تھے۔ آپ کا وجود اپنے تمام تر عملی حقائق کی وجہ سے بے شک اس بات کی تصدیق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چُنیدہ بندوں کی زندگی کا ہر انداز منفرد اور دوسروں کے لئے راہنما ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی زندگی کو اپنی نسبت اللہ تعالیٰ کی رضا اور انسانیت کی خیر خواہی پر ترجیح دیتے ہیں، نتیجتاً اللہ بھی ان سے منفرد پیار کا سلوک فرماتا رہتا ہے۔

خاکسار کا مکرم مرزا صاحب سے پہلا تعارف جاپان میں ٹوکیو مشن ہاؤس Minami Senju میں جمعہ کی نماز پر ہوا۔ عموماً پاکستان سے آتے ہوئے لوگ سفارشی خط یا حوالے لے کر آتے ہیں تاہم مکرم مرزا صاحب نے اپنی چیزوں سے مشن ہاؤس کیلئے ایک خوبصورت تحفہ نکال کر پیش کیا۔ اس لحاظ سے اوّل روز سے ہی اُن کے جُداگانہ انداز کو نوٹ کیا گیا جو بعد میں اُن کی خدمات کے ہر انداز میں جھلکتا نظر آیا۔

آپ خاصے خاموش طبع واقع ہوئے تھے اور کسی سے مدد کے لئے کہنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا رہائش اور ملازمت ڈھونڈنے میں کچھ دقتیں تھیں۔ لیکن ابتدا سے ہی اللہ تعالیٰ نے گویا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ جاپانی زبان تو آتی نہ تھی اور نہ ہی اُس وقت کے حالات کی وجہ سے کوئی مناسب یا غیر مناسب رہائش ہی لینے کی پوزیشن تھی، اس کے علاوہ گارنٹی کا مسئلہ اور خصوصاً غیر ملکیوں کو آسانی سے مکان نہ ملتے تھے۔ بس پراپرٹی ڈیلرز کا کاروباری نشان دیکھ کر اندر چلا جاتا تھا اور عموماً ناکام واپس آتا تھا۔ ایک روز ایک پراپرٹی ڈیلر نے خاصی غیر معمولی توجہ اور محنت سے تمام شرائط رکھنے والی رہائش نکال ہی چھوڑی اور جلدی سے ضامن کا انتظام کرنے کو کہا۔ تو میں نے نفی میں جواب دیا۔ ڈیلر بولا تم شریف آدمی معلوم ہوتے ہو، میں خود تمہارا ضامن بن جاتا ہوں۔ اب سامان لانے کا کوئی انتظام کرو۔ میں جواب میں صرف مسکرا دیا۔ تو اُس نے خود اپنی ہی گاڑی پر جیسا تیسا سامان رکھا اور مجھے "میرے گھر" چھوڑ کر واپس ہوا۔ یہ وہ مرزا صاحب تھے جن کا شمار چند ہی روز بعد پاکستانیوں میں سب سے زیادہ معزز ملازمت اور سب سے زیادہ تنخواہ لینے والوں میں ہوتا تھا۔

چونکہ مرزا صاحب نئے آئے تھے اس لئے اُس وقت Visit Visa پر تھے۔ جو لوگ کچھ پرانے رہنے والے ہو جاتے وہ زیادہ تر سٹوڈنٹ ویزا پر ہو جاتے تھے اور مزید پرانے عموماً بزنس ویزا پر رہتے تھے۔ وزٹ کی صورت میں ملازمت ڈھونڈنا بہت مشکل ہوتا تھا اور طویل مدت تک مشکلات میں رہنا پڑتا تھا۔ لیکن مکرم مرزا صاحب کو ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ الٰہی تائید نے پھر پیار کی نظر ڈالی اور زیر زمین ریلوے پر سفر کے دوران کسی بڑی کمپنی کے مالک سے اُن کا تعارف ہوا۔ کمپنی کسی انجینئرنگ کے شعبہ سے ہی تعلق رکھتی تھی۔ ابتدائی گفتگو میں ہی اس کمپنی کے مالک نے نہ صرف ملازمت کی پیشکش کی بلکہ ورک پرمٹ ویزا کا بھی انتظام کر دیا جو کہ جاپان جیسے ملک میں خصوصاً ناواقف غیر ملکیوں کے لئے، کافی حد تک انہونی بات تھی۔ یہی نہیں بلکہ اعلیٰ تنخواہ پر عمدہ دفتری ملازمت تھی اور کمپنی کی نمائندگی میں کئی غیر ملکی دوروں کا بھی موقعہ ملا۔

مکرم مرزا صاحب کی اہلیہ مکرم ڈاکٹر سردار محمد حسن صاحب کی بیٹی ہیں جو سیرالیون میں طبّی خدمات سرانجام دینے کی توفیق پا چکے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنے خاوند کی معاونت میں سرگرداں رہتیں بلکہ آنے کے فوراً بعد ہی جماعتی خدمات کے علاوہ لجنہ اماء اللہ میں بھی نمایاں خدمات انجام دیتی رہیں اور دس سال صدر لجنہ کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔

اُن دنوں پاکستانی کھانوں کے مصالحہ جات جاپان میں کافی نایاب تھے اور خصوصاً بغیر فیملی کے رہنے والے نوجوانوں کے پکانے اور کھانے کا کوئی خاص اہتمام نہ ہوتا تھا۔ جب کسی فیملی والے کے ہاں جاتے تو اکثر بے تکلفی سے خود کہہ کر کھانا کھا کر ہی جاتے تھے یا اتنی دیر بیٹھتے تھے کہ میزبان کھانا کھلانے میں ہی خیر جانتے تھے۔ لیکن مرزا صاحب کے ہاں اُلٹ حساب تھا۔ یعنی نہ صرف مہمان کو عموماً خود اصرار سے کھانا کھلاتے تھے بلکہ پُر تکلف اہتمام کرتے تھے۔ اس خلوص میں یقیناً اُن کی اہلیہ کا بھی نمایاں حصہ تھا۔ جماعتی خدمات میں نمایاں ہونے کی وجہ سے مرزا صاحب یا تو خود مشن ہاؤس میں ہوتے یا پھر مشن ہاؤس اُن کے گھر میں ہوتا تھا، ہر دو صورتوں میں بہت مہمان داری رہتی تھی۔ مرزا صاحب اور اُن کی اہلیہ دونوں قسم کے یعنی جماعتی اور زبردستی کے مہمانوں کی خندہ پیشانی سے مہمان نوازی

کیا کرتے تھے۔

اُن دنوں میں حضور کی جانب سے پردہ کی پابندی کی خصوصی ہدایات آچکی تھیں تاہم نئے آنے والوں کی بیگمات میں جاپانی کلچر کے ماحول میں اگر کہیں اسلامی پردہ یا بُرقعہ لینے میں جھجک محسوس ہوتی تھی تو مرزا صاحب کی اہلیہ کی بُرقعہ کی پابندی سے اس تعداد میں اضافہ ہوا اور باقیوں میں بھی ایک اعتماد پیدا ہوا۔ اس خاموش تربیتی نمونہ سے تمام خواتین پردہ کی پوری طرح پابند ہوگئیں۔

کچھ عرصہ بعد مکرم مرزا صاحب نے ٹوکیو سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بہت خوبصورت گھر لے لیا جو خاکسار کے گھر سے کچھ ہی دُور تھا۔ ایک مرتبہ آپ کی اہلیہ جماعتی خطوط کھول رہی تھی کہ Paper Cutter اُن کی کلائی میں بہت گہرا اُبھر گیا۔ بہت شدت سے خون نکل رہا تھا۔ مرزا صاحب دفتر گئے ہوئے تھے۔ آپ کو اطلاع ملنے پر آپ نے مجھے فون کیا کہ زخم زیادہ ہے مجھے پہنچنے میں تاخیر ہوئی تو نقصان زیادہ ہوسکتا ہے اس لئے فوراً پہنچ جاؤ۔ خاکسار نے نزدیکی میڈیکل سٹور سے چھوٹی بڑی کئی قسم کی پٹیاں خریدیں اور جا کر دیکھا تو بہت ہی زیادہ خون بہہ رہا تھا اور وہ پٹیاں بیکار تھیں۔ فوری ٹیکسی لے کر ہسپتال کا رُخ کیا۔ نزدیکی چھوٹے ہسپتال والوں نے نازک نوعیت کی وجہ سے انکار کر دیا اور معمولی پٹیاں باندھ کر بڑے ہسپتال میں جانے کو کہا۔ کٹ اتنا گہرا تھا کہ خون رُکنے میں نہ آرہا تھا۔ حیران کُن بات یہ ہے کہ اس تمام عرصہ میں انہوں نے دوسرے ہاتھ سے مسلسل اور مکمل نقاب لیا ہوا تھا۔ ڈاکٹر کو مجبوراً خون روکنے کے لئے انجکشن لگانا پڑا۔ اس دوران انہیں نقاب لئے رہنے میں شدید دقت پیش آرہی تھی۔ لیکن ڈاکٹر کو بھی اُن کا یہی جواب تھا کہ اگر ضرورت پڑی تو نقاب ہٹالوں گی فی الحال ٹھیک ہے۔ اور اسی حالت میں وقت گزار دیا۔ یہاں تک کہ خون نکلنا تھوڑی دیر بعد بند ہوگیا۔

اگرچہ مکرم مرزا صاحب کو (جاپان آنے سے قبل) پاکستان میں جماعتی کاموں کا زیادہ اور وسیع تجربہ نہیں تھا تاہم جاپان میں ابتداء سے ہی بڑی اہم ذمہ داریوں کے کام سپرد کئے گئے جو آپ نے احسن رنگ میں نبھائے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے ایک سے زیادہ مرتبہ سندِ خوشنودی حاصل کی۔ ویسے تو قریباً اوّل روز سے ہی جماعتی کاموں میں دلچسپی کے ساتھ شامل ہوتے۔ تاہم جونہی اہم ذمہ داریوں کا شرف حاصل ہوا آپ کی قائدانہ صلاحیتوں میں بہت نکھار آ گیا۔ مختلف اوقات میں آپ کو بحیثیت صدر جماعت احمدیہ ٹوکیو، صدر خدام الاحمدیہ جاپان، نیز جاپان کی جماعت کے سیکریٹری مال، سیکرٹری وصیت، نائب امیر اور جاپان کے اعزازی مشنری رہنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

مکرم مرزا صاحب بہت اعلیٰ درجہ کے منتظم تھے۔ عموماً مجلس عاملہ کی طویل بحثوں کو اصولی، عقلی اور قواعد کی رو سے حتمی طور پر واضح کر کے چند فقروں میں مکمل کر دیتے تھے۔ ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ انتظامات کو مکمل اور اعلیٰ طرز پر بخوبی ادا کرنے کے باوجود، خود سکرین پر نظر نہیں آتے تھے بلکہ کام نمایاں ہوتا تھا۔ انتظامی امور میں اور دیگر جماعتی پروگراموں کے ڈھانچہ کی عمدہ تشکیل میں انتہائی مدبّر، زیرک اور فعال ہونے کی وجہ سے چھوٹے بڑے اجتماعات اور دیگر پروگراموں میں انتظامیہ کے مشیرِ خاص ہوتے اور ہر ایک ذمہ داری بفضلہٖ تعالیٰ بطریقِ احسن نبھانے کی سعادت حاصل کرتے۔

تربیتی معاملات میں مکرم مرزا صاحب کا خوبصورت انداز یہ تھا کہ کسی عمومی نصیحت یا غلطی پر توجہ دلاتے وقت اپنے الفاظ میں کچھ کہنے کی بجائے اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے توجہ دلاتے تاکہ دلآزاری بھی نہ ہو اور زیادہ بہتر طور پر بات دل میں بیٹھ جائے۔

مکرم مرزا صاحب کے پاس ایک وقت میں جاپان کی جماعت کا شعبہ مال بھی تھا اور ٹوکیو کے صدر جماعت جیسی مصروف اور اہم ذمہ داری بھی۔ آپ کی رہائش ٹوکیو میں تھی اور شعبہ مال کا مرکز ناگویا میں تھا۔ ٹوکیو اور ناگویا میں ساڑھے چار سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ دونوں شہروں کے درمیان غیر معمولی سفر کرنا آپ کی ضرورت تھی اور آپ یہ خدمات بہت خلوص سے بجالاتے رہے۔

ایک بار مکرم مرزا صاحب کو اپنے دفتری کام سے افریقہ جانا پڑا۔ آپ نے خاکسار کو عارضی چارج دیتے ہوئے تمام حساب اور رقم حوالے کرنے کے بعد اپنی ذاتی جیب سے ایک بڑی رقم مجھے دے کر کہا کہ کوئی ہنگامی خرچہ کرنا پڑے تو میرے پیسوں سے کر لینا، جماعتی رقم سے مت لینا۔

ایک بار جماعتی معاملات میں کچھ بہت ہی بڑی رقموں کا اندراج یا رسیدات کا فرق آیا جس کا ریکارڈ نہ مل سکا۔ آڈٹ رپورٹ پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مرزا صاحب کو قواعد کے مطابق ذمہ دار قرار دیتے ہوئے تمام رقم کو اپنی جیب سے ادا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ یہ رقم اتنی زیادہ تھی کہ مکرم مرزا صاحب کی بہت معقول تنخواہ سے بھی سالوں میں ادا ہوئی۔ کمزور ایمان...... اسے ایک مفت کی عمر بھر کی چٹی اور خفت سمجھتا۔ لیکن عزم و استقلال کے اس پہاڑ نے اس کو ایک چیلنج جانتے ہوئے اطاعت سے سر جھکا دیا اور وہ تمام رقم اپنی تنخواہوں سے ادا کی۔ اس رقم کی ادائیگی پر خدا تعالیٰ نے خلیفۂ وقت کی زبان سے یہ پیغام بصورتِ سند عطا فرمایا کہ مرزا صاحب کا یہ اخلاص ساری جماعت احمدیہ جاپان کے لئے ایک مثال ہے۔

مکرم مرزا صاحب اکثر بڑے اخراجات اپنے ذمہ لے لیتے تھے۔ ٹوکیو مشن ہاؤس کے کرایہ کا ایک حصہ کچھ عرصہ تک اپنی جیب سے ادا کرتے رہے۔ چندوں کی تحریکات میں دل کھول کر حصہ لینے کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ 23 مارچ کے حوالہ سے جاپان کے سب سے معروف اخبار "جاپان ٹائمز" میں اشتہار دینے کا عنوان مجلسِ عاملہ کی میٹنگ میں زیرِ بحث تھا جس کے لئے پانچ لاکھ ین کی ایک کثیر رقم درکار تھی اور ہم آٹھ ممبران مل کر ایک لاکھ تیس ہزار ین کے وعدہ جات کر پائے تھے باقی تین لاکھ ستر ہزار ین کا انتظام کرنے پر غور ہو رہا تھا کہ مکرم مرزا صاحب بھی تشریف لے آئے۔ دیر سے آنے پر معذرت کی اور پھر پوچھا کہ کون کونسے موضوع ہو چکے ہیں۔ بتایا گیا کہ ابھی تک تو اشتہار کی مد پر بحث ہو رہی ہے کہ سب نے مل کر ایک لاکھ تیرہ ہزار ین کا وعدہ کیا ہے لیکن باقی کی بڑی رقم کا انتظام کرنا ہے۔ آپ نے کمال اطمینان سے کہا کہ باقی کے "تین لاکھ ستر ہزار ین" مَیں ادا کروں گا۔

یہ تو تھا ایک واقعہ تاہم جس طرح وہ اپنے پاس سے جماعتی و انسانی خدمات میں بے حساب خرچ کیا کرتے تھے اُسے کہا جا سکتا ہے کہ اپنی تنخواہ سے جماعتی اخراجات کے بعد اگر کچھ بچتا تو اپنے اوپر بھی خرچ کر لیتے تھے۔ اور ایک احسن

جماعتی رواج کی طرح تنخواہ سے سب سے پہلے چندہ ادا کرتے تھے۔

آپ کو انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔ دوسروں کو بھی اگر انگریزی میں کسی قسم کی راہنمائی درکار ہوتی تو مکرم مرزا صاحب کو فون کرتے تھے اور آپ سادہ انداز میں راہنمائی کر دیا کرتے تھے۔ جب کبھی ضرورت ہوتی تو رواں انگریزی میں بات کرتے۔ کبھی غیر مسلموں کی انگریزی کتب کے حوالہ سے بھی کوئی خاص بات بیان کرتے۔ دینی مطالعہ، معاشرتی، سیاسی اور سائنسی عنوانات سے نئی متعارف ہونے والی تحقیقات و ایجادات سے جماعت کو روشناس کروانا اور دنیا میں پیدا ہونے والے حالات سے ہر خاص و عام کو باخبر رکھنا آپ کی اوّلین کوشش ہوتی، اور خدام میں بھی یہ شوق پیدا کرنے کا جذبہ رکھتے تھے۔

اجتماعات و دیگر پروگراموں کو پوری توجہ اور اہتمام سے ترتیب دیتے۔ اسی طرح صحتِ جسمانی کے پروگراموں میں خدام کو زیادہ سے زیادہ شمولیت کی ترغیب دیتے اور بعض دفعہ دوسروں کی جھجک کو دُور کرنے کے لئے خود بھی شامل ہو جاتے۔ اجتماعات پر جاپان میں معروف ایک پُرمُہم کھیل جس میں جنگل یا پہاڑی طرز کے علاقہ میں جا کر نقشہ پر دیئے گئے مقامات ڈھونڈنا، کلائی پکڑنا، رسہ کشی، جھنڈا جنگ اور کبڈی وغیرہ کے مقابلے کرواتے اور بعض دفعہ ایسے مقابلوں میں بھی حصہ لیتے جو اُن کے ذاتی مزاج سے مختلف ہوتے تھے تاہم اس لئے کہ دوسروں کی جھجک بھی دُور ہو۔ ایک مرتبہ کبڈی کے مقابلہ میں شامل ہوئے جس کا کوئی تجربہ نہ تھا اور اُس میں اُن کا ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی لیکن چہرے کی مسکراہٹ نہ گئی۔ اسی طرح خاکسار کی واپسی کے بعد خدام الاحمدیہ کے تحت ہائیکنگ کا پروگرام بنایا اور جاپان کا مشہور پہاڑ ماؤنٹ فوجی (Mount Fuji) سر کیا۔ جو خاصا مُہم جو کارنامہ تھا۔

ایک مرتبہ ایک اہم جماعتی عہدیدار کے ساتھ خاکسار کا اجتماع کے موقع پر شدید اختلاف ہو گیا۔ مکرم امیر صاحب نے مکرم مرزا صاحب کو ہمارے لئے بطور ثالث مقرر کیا۔ جب ہمیں یہ معلوم ہوا تو ہم دونوں نے از خود گلے مل کر اپنا تصفیہ کر لیا۔ یوں بغیر کسی کارروائی کے ان کا شخصیتی رعب اور احترام ہی ہماری اصلاح اور تربیت کا باعث بنا۔ غرضیکہ ان کی خاموش اور باوقار صحبت ہی اکثر ہماری تربیت کا باعث ہوتی تھی۔ اگر چہ وہ بہت کم ناراضگی کا اظہار کرتے تھے۔

شاید ہی کوئی اجتماعی تبلیغی دورہ یا پروگرام مکرم مرزا صاحب نے چھوڑا ہو۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ جماعتی پروگراموں میں اپنے دفتری اور پرائیویٹ جاپانی دوستوں کو بھی شامل کریں۔ بذریعہ کار متعدد تبلیغی پروگرام بنائے اور عموماً دُور دراز کے علاقوں میں تبلیغی پروگراموں کو ترجیح دیتے تھے۔ شروع میں اگر چہ جاپانی زبان میں روانی نہ تھی تاہم انگلش پر اچھا عبور ہونے کی وجہ سے انگلش میں کافی ٹھوس بنیاد پر گفتگو کر لیا کرتے تھے۔ خاکسار کو بھی جاپان میں ایک تبلیغی سفر کے لئے جاپان کے شمالی علاقہ میں جانے کا موقع ملا جس میں مکرم مرزا صاحب بھی شامل تھے۔ یہ سفر تقریباً ایک ہفتے کا تھا جو کہ بہت ایمان افروز واقعات پر مشتمل رہا۔ فالحمدللہ۔

مکرم مرزا صاحب اپنی اعلیٰ صلاحیتوں اور استعدادوں کے باوجود اطاعتِ نظام اور اطاعتِ امیر کو ہمیشہ انتہائی اہمیت اور فوقیت دیتے تھے۔

اگر چہ مکرم مرزا صاحب کے ہاں مشیتِ ایزدی کے تحت اولاد نہ تھی تاہم آپ احباب جماعت، خدام و اطفال سے گویا اپنے ذاتی بچوں کی طرح محبت کرتے اور اُن کے لئے گہری فکر رکھتے تھے۔ جماعتی عہدوں کے اعزازی ناموں کے علاوہ کہیں وہ مرزا صاحب تھے تو کہیں مرزا انکل۔ خاموش طبع ہونے کے باوجود ہر دلعزیز اتنے کہ گویا دلوں میں بستے تھے۔ تمام خدام سے مخلص اور گہری ہمدردی رکھتے اور عمل سے اظہار کرتے۔ شاید ہی کوئی دوست ہوں جن کے ساتھ اُن کی کوئی مہربانی، احسان، شفقت، مدد اور ہمدردی کا کوئی مُعاملہ نہ ہوا ہو۔

آپ ایک خاموش دعا گو وجود تھے۔ لوگوں کے مسائل اور پریشانیوں کو خود حل کرنے یا ان کو کسی بھی اچھے ذریعے سے اس پریشانی سے نکالنے میں نہ صرف بہت اہم رول ادا کرتے بلکہ یوں شامل ہوتے تھے گویا خود مرزا صاحب کا کوئی ذاتی مسئلہ ہے۔ وعدہ نبھانے والے، ہر حال میں سچ بولنے والے خواہ اس کے نتیجہ میں کوئی نقصان پہنچ سکتا ہو۔

مکرم مرزا صاحب 30 نومبر 1981ء کو جاپان تشریف لائے اور 19 ستمبر 2003ء تک جاپان میں مقیم رہے۔ اس طرح تقریباً 22 سال کا طویل عرصہ گزارا جو بلاشبہ زیادہ تر جماعتی خدمات میں ہی کٹا۔

اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کو اپنی محبت اور قربت سے نوازے، جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کا ہر طرح سے حامی و ناصر ہو۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے

نیشنل عاملہ مجلس انصاراللہ برطانیہ کی ملاقات

مجلس انصاراللہ برطانیہ کی یہ سعادت ہے کہ 19 فروری 2012ء کی سہ پہر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اراکین نیشنل عاملہ کو شرف ملاقات سے نوازا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے از راہ شفقت گروپ تصاویر بنوانے کے علاوہ تمام اراکین کو شرف مصافحہ بھی عطا فرمایا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

حضور انور سے مجلس عاملہ کی یہ ملاقات قریباً پون گھنٹہ (45 منٹ) جاری رہی اور اس دوران حضور انور نے مختلف عہدیداروں سے اُن کے شعبہ جات سے متعلقہ امور دریافت کرتے ہوئے اُن کی راہنمائی فرمائی اور عمومی نصائح سے بھی نوازا۔ ان زرّیں ہدایات سے متعلق رپورٹ آئندہ شمارہ کی زینت بنائی جائے گی۔ انشاءاللہ

اللہ تعالیٰ حضور انور کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے، ہمیں خلافت احمدیہ کے مقام کا شعور عطا فرمائے اور حضور انور کی کامل اطاعت کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے افضال سمیٹنے کی توفیق بخشے۔ آمین

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

"مضامین شاکر"

آپ کی نظر سے بھی یقیناً بعض ایسی کئی کتب گزری ہوں گی جن کی ورق گردانی شروع کی جائے تو دلچسپ مضامین اپنی گرفت سے نکلنے ہی نہیں دیتے اور ایسے میں وقت کے گزرنے کا احساس ہوتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی تکان کا بوجھ یا نیند کا جھونکا محسوس ہوتا ہے۔ بلکہ جب تک کتاب پوری ختم نہ ہو جائے تب تک ایک ایسی تشنگی کا احساس قائم رہتا ہے جس کے نتیجہ میں قاری دیگر کاموں سے فراغت حاصل کر کے کتاب کے بقیہ صفحات سے لطف اندوز ہونے کی خواہش اپنے اندر موجزن پاتا ہے۔ ایک ایسی ہی کتاب اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ "مضامین شاکر" سوا تین صد صفحات پر مشتمل ضخیم مجلّد کتاب ہے۔ سرورق اگرچہ دیدہ زیب مگر سادہ ہے اور ایک ایسے شہر ربوہ کے ابتدائی دَور کی یاد دلاتا ہے جس کی مٹی نے بڑے ہی عظیم مگر منکسر المزاج لکھاری (قلمکار) اور متواضع مگر بے بدل عالم پیدا کئے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہ شہر اُس سلطان القلم کی عظمت اور صداقت کا امین جو ٹھہرا جس نے اپنے سچے پیروکاروں کو ہر میدان میں غیر پر غلبہ پانے کی دائمی بشارت دی تھی۔

محترم عبدالرحمٰن شاکر صاحب مرحوم (ابن حضرت نعمت اللہ گوہر صاحبؓ) ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے ایسے اچھوتے رنگ میں مؤثر تربیتی مضامین تحریر کئے جو "الفضل"، ربوہ کی زینت بنے اور قارئین کی روح تک کو سیراب کر گئے۔ یہ امر باعثِ مسرّت ہے کہ مرحوم شاکر صاحب کی پچاس سالہ ادبی و علمی کاوشوں میں سے ایک خوبصورت انتخاب مرتب اور مدوّن کر کے شائع کروانے کی سعادت اُن کے بیٹے مکرم کلیم احمد صاحب اور بیٹی مکرمہ رفیقہ زاہدہ صاحبہ (سابقہ پرنسپل جامعہ نصرت ربوہ) کو حاصل ہوئی ہے۔ اپنے مرحوم بزرگوں کی شاندار ادبی کاوشوں کو محفوظ کرنا ایک صدقہ جاریہ ہے اور یقیناً ایک قابل ستائش عمل بھی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

کتاب "مضامین شاکر" میں کُل 75 مضامین شامل ہیں۔ بلاشبہ تمام مضامین ہی عمدہ تحریری کمالات سے مالامال، معلومات سے بھرپور، تربیتی اور منفرد علمی زاویہ نگاہ سے تحریر کئے جانے کے باعث نہایت دلچسپ ہونے کے علاوہ سبق آموز گہرائی کے بھی حامل ہیں۔ اس کتاب کی تعریف میں یہ کہنا یقیناً بجا ہے کہ اسے پڑھنا آپ کی زندگی میں پیش آنے والے کئی روزمرّہ مسائل میں راہنمائی فراہم کرسکتا ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ اگر مقدور بھر میں ہوتو ساری کتاب ان صفحات میں اپنے قارئین کی نذر کر دیتا مگر تنگیٔ داماں کے باعث محض چند ایمان افروز واقعات پر اکتفا کرتا ہوں۔ امید ہے کہ انہیں پڑھنے کے بعد آپ کے لئے ممکن نہیں ہوگا کہ کتاب خود حاصل کر کے اُس کا مطالعہ نہ فرمائیں۔

انفاق فی سبیل اللہ کی برکات

مجھ سے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ تم کو تمہارے مرزا صاحب نے کیا دیا تو میں کہا کرتا ہوں کہ حضور علیہ السلام نے ہم کو دو ایسی چیزیں دی ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق۔ دوسرے دُعا کرنے کا گر۔ آجکل خُدا کے راہ میں روپیہ خرچ کرنا ہی ایک قسم کا بڑا جہاد ہے۔ آیئے ایک احمدی دوست کا واقعہ سُنیے جس نے تبلیغ احمدیت کے لئے اپنا بہت سا مال خرچ کیا۔ تکلیف اُٹھائی مگر خدا تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں اسے بے شمار دیا اور ایسے طریقے سے دیا کہ اُس کے وہم وگمان میں بھی نہ آسکتا تھا۔

ضلع لاہور میں لدھیکے نیویں ایک معمولی سا گاؤں ہے۔ جنگ عظیم اوّل کے دنوں میں وہاں ایک احمدی جھنڈے خاں رہا کرتا تھا۔ انہیں تبلیغ کا جنون تھا۔ اُٹھتے بیٹھتے اپنی علمیت واستعداد کے مطابق پیغامِ حق سناتے۔ مرکز سے علماء کو بلوا کر گاؤں میں پیغام احمدیت پہنچاتے۔ اس طریق میں اُن کی مخالفت بڑھ گئی اور لوگ اُنہیں خوب تنگ کرنے لگے۔ آدمی غریب تھے زمین بھی تھوڑی تھی اور وہ بھی آہستہ آہستہ ہندو ساہوکار کے پاس رہن ہو گئی۔ فصل جو تھوڑی بہت آتی وہ ساہوکار ہی لے جاتا۔ ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ چوہدری جھنڈے خاں نے بوریوں میں "پھک" (یعنی چاولوں کا چھلکا) بھروا کر اندر رکھوالی تاکہ لوگوں پر یہی ظاہر ہو کہ غلّے کا انبار لگ رہا ہے۔ وہ خود اور اُن کی اہلیہ کھیتوں میں گرے ہوئے گندم کے خوشے چُن کر کچھ عرصہ گزر اوقات کرنے کا سامان کر لیتے۔ غرض یہ کہ نہایت تنگی کے دن تھے۔ کچھ عرصہ بعد ساہوکار نے تمام رقم کی واپسی کا تقاضا شروع کر دیا۔ اسی گھبراہٹ میں اُن کو خیال آیا کہ قادیان جا کر مقامات مقدسہ پر دُعا کروں تو ممکن ہے خدا تعالیٰ کوئی سبیل مخلصی کی نکال دے۔ مگر قادیان جانے کا کرایہ بھی نہ تھا۔ مجبوراً پیدل کئی دنوں میں وہاں پہنچے۔ مسجد مبارک میں نمازِ عشاء کے بعد دو نفل پڑھے اور نہایت عاجزی سے دُعا کی۔ چونکہ سخت اضطراب کی حالت تھی دُعا میں مُنہ سے یہ الفاظ نکلے: "مرزیا ہن میری لاج تُوں رکھ۔"

تھکے ماندے تو تھے ہی وہیں فرش پر لیٹ گئے اور خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے ہیں اور کہا کہ تمہارے گاؤں کے باہر جو 'تھہ' ہے وہ جا کر خرید لو۔ چنانچہ قادیان سے پیدل ہی واپس اپنے گاؤں آئے اور تھہ کی خریداری کا ارادہ کر لیا۔ یہ سیم زدہ ناکارہ زمین اُن کے ایک غیر احمدی عزیز کی تھی اُن سے کہا کہ بولو 'تھہ' کو فروخت کرتے ہو۔ اُس نے بھری مجلس میں کہا کہ اسے لے کر کیا کرو گے؟ یہ بولے تم قیمت بتاؤ۔ وہ کہنے لگے تم جو گھاٹے کا سودا کر لیتے ہو۔ پہلے احمدیت قبول کر کے کیا نفع پایا ہے جواب 'تھہ' کا سودا کرنے لگے ہو۔ غرضیکہ بیس روپے میں سودا طے ہو گیا۔ جھنڈے خاں نے اُسی ہندو سے بیس روپے لے کر ادا کر کے زمین کا غذاتِ سرکار میں اپنے نام منتقل کرالی۔

اُنہی دنوں انگریز افسر فوجی بھرتی کے لئے گاؤں گاؤں پھرا کرتے تھے۔ ایک انگریز افسر مع فوج کے لدھیکے نیویں میں آیا اور تھہ کے قریب خیمے لگوائے۔ نمبردار حاضر تھا۔ صاحب نے پوچھا کہ یہ زمین کس کی ہے۔ نمبردار نے کہا کہ ایک غریب سے آدمی کی ہے۔ اُس نے کہا کہ صبح اُسے بلوا لو۔ نمبردار نے گاؤں کے چوکیدار کے ذریعہ جھنڈے خاں کو کہلوا بھیجا کہ کل صبح تم نے صاحب کے پیش ہونا ہے کہیں چلے نہ جانا۔ یہ بیچارے بہت ڈرے کہ کہیں نمبردار احمدیت کے بُغض کی وجہ سے مجھے بھرتی کروا کے فوج میں نہ بھجوا دے۔ غرض

کہ رات پریشانی میں گزاری اور صبح خود ہی صاحب کے پاس چلے گئے۔ صاحب نے کہا کہ یہ زمین تھہ والی کیا آپ کی ہے؟ جواب دیا کہ بس سرکار کی ہے۔ صاحب نے قیمت پوچھی۔ یہ کہنے لگے سرکار کے نام منتقل کرا دیتا ہوں، قیمت کیا لینی ہے۔ مطلب یہ تھا کہ کہیں بھرتی نہ کر لینا زمین لے کر میری جان چھوڑو۔ آخر کہا کہ میرے ذمہ کچھ قرضہ ہے وہ اُتار دو۔ صاحب نے بتایا کہ اس کی بہت زیادہ قیمت ہے۔ ہم یہاں پر سے قلمی شورہ لے کر بارود بنائیں گے جو جرمنوں کے خلاف استعمال ہوگا۔ پھر پٹواری کو بلا کر وہ زمین سرکاری لکھ لی گئی اور جھنڈے خاں کو کہا جاؤ تم کو قیمت گھر بھجوا دیں گے۔

کئی ماہ بعد ایک دن تحصیل لاہور کے سرکاری پیادے گاؤں میں آئے۔ وہ چاندی کے روپے چھ بوریوں میں خچروں پر لاد کر لائے تھے۔ (کاغذی نوٹ اس زمانہ میں بہت ہی کم تھے)۔ روپیہ ڈھیر کر کے رسید لے کر وہ رخصت ہوئے تو جھنڈے خاں خوشی خوشی ہندو ساہوکار کے گھر گیا کہ آ کر اپنی تمام رقم لے جاؤ۔ وہ ہندو بڑی عاجزانہ وضع بنا کر بہی کھاتہ بغل میں لئے آیا۔ ابھی یہ رقم گننے ہی لگے تھے کہ اُس نے چیخ مار کر چارپائی سے چھلانگ ماری اور باہر بھاگ گیا۔ رنگ اُس کا زرد ہو گیا اور نہایت عاجزی سے کہنے لگا کہ مجھے تمام روپیہ وصول ہو گیا ہے میری بہی مجھے دیدو میں رقم کاٹ دوں گا۔ جھنڈے خاں نے بہت کہا کہ اندر تو آؤ۔ روپیہ تو لے لو مگر اس نے ایک پیسہ نہ لیا اور سخت سہمی ہوئی حالت میں واپس چلا گیا اور پھر کبھی روپے کا مطالبہ نہ کیا۔ (غالباً اسے کشفی حالت میں کوئی ہیبت ناک فرشتہ یا سانپ وغیرہ دکھائی دیا ہوگا)۔ اس کے بعد چوہدری جھنڈے خاں صاحب نے ترنڈا (نزد رحیم یار خان) ریلوے سٹیشن سے دو میل پر زمین زرعی خریدی اور بڑے مزے سے باقی زندگی گزاری۔ بابا تو فوت ہو چکا ہے، اب یہاں اُس کے پوتے موجود ہیں اور جماعت قائم ہے۔

واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب

....

تربیّت اولاد

جُوں جُوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ہم سے دور ہوتا جا رہا ہے نورِ نبوت کم ہوتا جا رہا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ یعنی انسان ہر روز گھاٹے میں جا رہا ہے اس لئے ہم کو چاہئے کہ اپنے بچوں کی تربیت ایسے رنگ میں کریں کہ بعد میں کوئی پچھتاوا نہ ہو۔ ہمارے بزرگوں نے احمدیت کو پرکھ کر بڑی گراں قیمت دے کر خریدا ہے۔ اس کے لئے بہت قربانی دی ہے۔ وطنوں سے جدا ہوئے۔ رشتہ داریاں ترک کر دیں مگر حضرت مہدی علیہ السلام کا دامن تھاما ہے اُسے مضبوطی سے تھامے رکھا۔ اب اگر ہماری اولادیں اس مقدس ورثہ کو بھلا دیں تو ہمارے لئے وہ دن سخت مصیبت کا ہوگا۔

'تربیت اولاد' کے اندر بڑے وسیع معانی اور بیشمار قسم کی ذمہ داریاں ہیں۔ تاہم بنیادی اصول یہ ہیں کہ بچہ پیدا ہوتے ہی کان میں اذان اور تکبیر کہی جائے۔ پہلا نام اللہ سکھایا جائے جب کھانے پینے لگے تو بسم اللہ سکھائی جائے۔ ذرا بڑا ہو تو دائیں اور بائیں ہاتھ کی تمیز سکھائیں۔ کلمہ طیبہ وغیرہ یاد کرایا جائے۔ سات برس کا ہو جائے تو نماز یاد کرائیں۔ دس سال کے بچے پر تو نماز ویسے ہی فرض ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید ناظرہ آتا ہو...... جوں جوں بچہ جوان ہوگا اس کے فرائض بڑھتے جائیں گے۔ اسلامی عقائد کی تعلیم دیں، وقت کی پابندی سکھائیں، اسلام اور احمدیت کی مختصر تاریخ سے آگاہی دیں۔ بچے کو بُرے ہمجولیوں سے اجتناب سکھائیں۔ اُس کے اساتذہ سے اُس کی تعلیمی اور اخلاقی حالت کی رپورٹ لیتے رہیں۔ مگر یہ تمام کام آسان نہیں ہے۔ تاہم جس گھرانے پر اللہ کا فضل ہو وہاں کے مرد اور سمجھدار خواتین یہ کام بڑی ذمہ داری سے کرتے ہیں بشرطیکہ ان کو اپنے بچوں کی تربیت کا احساس ہو۔

تربیت کے بعض پہلوؤں کی مثالیں پیش ہیں:

☆ 1925ء میں خاکسار نے میٹرک کا امتحان دیا تو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اب کیا کرو گے؟ میں نے جواب دیا: آوارہ گردی کریں گے۔ آپؓ کو بہت غصہ آیا اور مجھے حکم دیا کہ ہسپتال میں آ کر مریضوں کا رجسٹر لکھا کرو، آوارہ نہیں پھرنا۔ مَیں اُن کے سامنے بیٹھا رجسٹر لکھتا رہتا اور آپ گہری نگاہوں سے مجھے گھورتے رہتے اور مجھے یوں محسوس ہوتا کہ کوئی چیز میرے اندر سمائی جا رہی ہے۔ آپ کی صحبت کی یاد اب تک دل کو گرماتی رہتی ہے۔

☆ بچوں کی تربیت کے لئے بعض دفعہ اپنی سطح سے اُتر کر بچوں کی اصلاح کرنی ہوتی ہے۔ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ ہمیں نویں جماعت میں انگریزی گرامر پڑھا رہے تھے۔ اور مَیں ریاضی کے سوالات نقل کر رہا تھا۔ آپؓ نے دیکھ لیا اور فرمایا یہ کیا کر رہے ہو؟ میں چپ رہا۔ فرمانے لگے کہ آپ کلاس سے باہر چلے جائیں۔ مَیں جا کر برآمدے میں کھڑا ہو گیا۔ ایک منٹ کے بعد مولانا میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "آپ اب کلاس میں تشریف لا سکتے ہیں"۔ وہ ندامت اب تک دل پر ہے اور مولانا کے اخلاق عالیہ کا اثر جو میرے دل پر ہے وہ کچھ میں ہی جانتا ہوں۔

☆ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ (سابق سردار جگت سنگھ) کا اپنا ہی مقام ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے رنگ میں رنگین اور دینیات و عربی کے بہترین استاد تھے اور بورڈنگ میں ہمارے ٹیوٹر تھے۔ ایک روز نماز کے وقت ایک غیر احمدی لڑکا جو بڑے امیر خاندان کا اکلوتا بیٹا تھا کہنے لگا کہ میرا تو نماز پڑھنے کو دل نہیں چاہتا۔ اُس وقت مَیں نے دیکھا کہ بھائی جی کے اندر ایک بگولہ سا اٹھا مگر کمال ضبط کے ساتھ فرمایا: "جب تمہارا دل نہیں چاہتا تو نماز نہ پڑھو"۔ دوسرے تمام لڑکے نماز کے لئے چلے گئے۔ وہ اکیلا کمرہ میں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ضمیر نے اسے جھنجوڑا اور وہ آ کر نماز میں شریک ہو گیا۔ نماز کے بعد وہ بھائی جی کے آگے پیچھے پھرتا رہا تا دیکھ لیں مگر اُنہوں نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

چندروز کے بعد بھائی جی کو کہنے لگا کہ میری بیعت کرا دیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ اپنے والدین سے تحریری اجازت منگوا لو ورنہ مشکل ہے۔ اُس کے والدین نے لکھا کہ ہم نے تم کو قادیان میں نیک صحبت اور بہتر تعلیم کے لئے بھجوایا ہے۔ یہ بڑی سعادت ہے اگر تمہارا دل چاہتا ہے تو بیعت کر لو اور اس نے بیعت کر لی۔

اگر اس کے نماز کے انکار پر بھائی جی ڈنڈا لے کر مارتے تو بجا تھا۔ مگر اُن کی حکمت اور دلی دعاؤں اور تحمل اور بردباری نے کام بنا دیا۔

☆ قادیان میں حضرت حکیم عبیداللہ بسملؓ بہت بڑے عالم، حکیم، فلسفی اور فارسی دان بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو اپنی جماعت کا فردوسی فرمایا۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ فرماتے تھے کہ "کاش مجھے عبیداللہ جتنی فارسی آتی ہو"۔

خاکسار اپنا فارغ وقت اُن کی خدمت میں گزارا کرتا تھا۔ آپؓ نے فارسی نظم میں فلسفہ حیاتِ انسانی پر کتاب 'حیاتِ بسمل' لکھی۔ جب چھپ کر آئی تو مجھ سے پوچھا کہ کیسی ہے کتاب؟ میری بیوقوفی کہ مَیں نے جوش میں کہہ دیا کہ یہ نام درست نہیں۔ پوچھا کیا چاہئے؟ میں نے کہہ دیا 'رقص بسمل' چاہئے۔ صاف ظاہر ہے کہ میری

نادانی تھی۔ مولوی صاحب نے سخت بُرا منایا اور چہرہ سُرخ ہوگیا۔ میں یہ حالت دیکھ کر وہاں سے بھاگا اور تین دن متواتر اُن کے ہاں نہ گیا تو ایک رات دس بجے کے قریب آپؓ خود ہمارے گھر تشریف لائے۔ والد صاحب نے پوچھا کہ ایسا کیا کام تھا جو اس وقت تشریف لائے ہیں۔ فرمایا: ''عبدالرحمٰن شاکر ناراض ہوگیا ہے اُسے منانے آیا ہوں۔ تین دن سے ملنے نہیں آیا''۔ جب والد صاحب کو تمام واقعہ کا علم ہوا تو مجھے بہت سخت سست کہا اور کہا کہ فوراً معافی مانگو۔ مَیں مولوی صاحب کے قدموں میں بیٹھ گیا اور معافی چاہی۔

دیکھئے کہ اس عالمِ بے بدل نے میری اصلاح کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا۔ لیکن اگر تربیت کرنی ہے اور بچوں کو پکا احمدی بنانا ہے تو یہی طریق ہے۔ اگر بار بار مسائل بچوں کے دماغوں میں بسائے نہ جائیں گے تو محفوظ کیسے ہونگے۔ انگریزی زبان کے لفظ Drill کے معنی ''برمے'' کے ہوتے ہیں۔ یہی لفظ ڈرل فوج میں استعمال ہوتا ہے کہ ایک مشق کو بار بار کرایا جائے۔

☆ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ میرے حال پر بہت مہربان تھے۔ ہم اُن کے پڑوس میں عرصہ تک رہے تھے۔ خاکسار ایک دن ننگے سر جامعہ احمدیہ قادیان چلا گیا تو آپؓ فرمانے لگے کہ جاتے ہوئے مجھ سے مل کر جانا۔ مَیں حاضر ہوا تو مجھے دُور لے گئے اور فرمایا کہ تمہارے دوست تم سے پوچھیں گے کہ میر صاحب سے کیا بات ہوئی مگر کسی کو کچھ نہ بتانا۔ مَیں نے کہا درست ہے۔ پھر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ''دیکھو! شریف زادے ننگے سر نہیں پھرا کرتے''۔

یہ تمام معمولی واقعات ہیں مگر بڑے سبق آموز ہیں۔ ایک اور نہایت اہم چیز جو بچوں کے ذہنوں میں جاگزیں کرائی جائے وہ خلیفۂ وقت کی عظمت اور مرکز سلسلہ کی اہمیت ہے۔ وہاں اکثر حاضری دی جائے اور بزرگان سلسلہ کی خدمت میں حاضری دی جائے۔ بہرحال مرکز سے رابطہ ضرور ہونا چاہئے۔

قدیم ہندوستان کا محمدیؐ المشرب نبی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ یعنی دنیا کی ہر قوم میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا آیا ہے۔ لازم تھا کہ ہندوستان میں بھی ایک نہیں بہت سارے نذیر آتے۔

ہندو قوم میں حضرت کرشن علیہ السلام کے کروڑوں آدمی نام لیوا ہیں اور اپنے وقت کا بہت بڑے خدا رسیدہ بزرگ خیال کرتے ہیں۔ ایک حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ زمرۂ انبیاء میں سے تھے: كَانَ فِيْ سَوَادِ الْهِنْدِ نَبِيٌّ اَسْوَدَ اللَّوْنَ اِسْمُهٗ كَاهِنٌ یعنی ہندوستان کے ملک میں ایک کالے رنگ کا نبی ہوا ہے جس کا نام کاہن (کنہیا) تھا۔

(فردوس الاخبار (دیلمی)۔ دیلمی پانچویں صدی کا محدث اور مورخ بھی ہے)

یہ تو مشہور خلائق بات ہے کہ حضرت کرشنؑ کو عام طور پر کنہیا کہہ کر پکارا جاتا ہے اور ان کا رنگ سیاہ رنگ ظاہر کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ایک بار ہم نے کرشن جی کو دیکھا وہ کالے رنگ کے تھے پتلی ناک، کشادہ پیشانی والے ہیں''۔

(تذکرہ ص392 طبع دوم)

کہا جاتا ہے کہ حضرت کرشنؑ کالے نہ تھے مگر ایک دفعہ جنگل میں سوئے ہوئے تھے کہ کسی شکاری نے ان کو شکار سمجھ کر زہر میں بجھا ہوا تیر مارا جس کے اثر سے رنگت حسن ملیح کی اعلیٰ مثال بن گئی۔

حضرت کرشنؑ ایک نہایت محتاط اندازہ کے مطابق 3500 برس قبل متھرا میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر دریائے جمنا کے کنارے دہلی سے 85 میل کے فاصلہ پر آباد ہے۔ نہایت سرسبز علاقہ ہے۔ وہاں پر اُس زمانہ میں حضرت کرشنؑ کے ماموں کنس کا راج تھا یہ شخص سخت ظالم تھا۔ اور تمام رعایا اس کے مظالم کے سامنے دم بخود تھی۔

حضرت کرشنؑ کے والد کا نام واسودیو اور والدہ کا نام دیوکی تھا۔ واسودیو کی دس بیویاں موجود تھیں کہ کنس کی ہمشیرہ سے شادی کی۔ جب واسودیو اپنی نئی بیوی کو لے کر جلوس میں آرہا تھا تو آسمان سے ایک بلند آواز آئی کہ ''اے مورکھ! جس لڑکی کو اُس کا خاوند لئے جارہا ہے اُس کا آٹھواں بچہ کنس کو قتل کریگا''۔ کنس ڈر گیا اور پھر جب بھی اس کی ہمشیرہ کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کو قتل کرا دیتا۔ آٹھویں بچے کی پیدائش سے قبل اس نے اپنے بہنوئی اور ہمشیرہ کو قید میں ڈال دیا۔ مگر جب ایک تندوتاریک طوفانی رات کرشنؑ پیدا ہوئے تو آپ کے والد قید خانہ کے افسر سے ساز باز کر کے بچے کو اپنے ایک دوست نندا کے گھر لے گئے اور اُس کی نوزائیدہ بچی کو لاکر جیل میں لٹا دیا۔ صبح کو کنس نے ہمشیرہ کی گود میں لڑکی دیکھی تو لڑکی کو دیوار سے پٹخ کر ہلاک کردیا۔

حضرت کرشنؑ بچپن میں بڑے خوبصورت، ہونہار، صحتمند اور ذہین وفطین تھے۔ اُن کی معصوم اداؤں سے تمام خورد وکلاں محظوظ ہوتے تھے۔ جب وہ خاصے بڑے ہوگئے تو کنس کو علم ہوا کہ یہ لڑکا دراصل اس کا بھانجا ہے۔ پھر ایک میلہ میں کنس نے اُن کو دھوکے سے قتل کرنا چاہا مگر کرشن زیادہ پھرتیلے تھے اُنہوں نے اپنے ماموں کو سب کے سامنے قتل کردیا اور ملک کو اس ظالم اَظلم سے نجات دی۔

ازاں بعد آپؑ علم کے حصول کے لئے کاشی گئے مگر اُن کو جلد واپس لَوٹنا پڑا کیونکہ کنس کے خسر نے متھرا پر بدلہ لینے کے لئے حملہ کردیا تھا۔ متھرا کا دفاع کرنے کے بعد آپؑ ہجرت کر کے کاٹھیاواڑ گجرات (موجودہ ریاست جوناگڑھ) میں چلے گئے اور وہاں اپنی ریاست میں امن وامان سے رہنے لگے۔ کورو پانڈو کی جنگ مہابھارت میں آپؑ بذات خود تو اپنے بھانجوں، پانڈو، کی طرف تھے مگر اپنی تمام فوج کورو کو دیدی تھی۔

جنگ کے وقت جب آپؑ نے دیکھا کہ ارجن اپنے مدّ مقابل اپنے ہی قریبی عزیزوں کو صف آراء دیکھ کر دل چھوڑ بیٹھا ہے اور لڑنا نہیں چاہتا تو اُس وقت آپ نے جو تقریر فرمائی وہ گیتا کہلاتی ہے۔ اسے ایک خطبۂ الہامیہ سمجھئے۔ یعنی مہا بھارت کے اندر ایک اور جنگ لڑی گئی جس کو باطنی جنگ کہہ سکتے ہیں۔ یہ فرائض اور جذبات کی جنگ تھی۔ ارجن رتھ پر سوار تھا اور رتھ بان حضرت کرشنؑ تھے۔ ارجن جب دیکھتا ہے کہ اس کے مدِ مقابل اس کے گورو، چچا، بھائی وغیرہ ہیں تو اس کے مَن کے اندر ایک جنگ شروع ہوگئی۔ اس اپدیش میں آپؑ ارجن کو سمجھاتے رہے کہ یہ راجے، مہاراجے، لشکری وغیرہ محض فریبِ نظر ہیں۔ تمام کاموں کا باعث خود خدا ہے جس کو قطعاً زوال نہیں ہے۔ انسان کو اپنے اعمال خدا کی رضا کے لئے کرنے چاہئیں۔ ایسے وقت میں اپنے جذبات اور تعلقات سے بلند ہوکر خدا تعالیٰ کی رضا کو پورا کرنا چاہئے اور اپنی رتھ (مراد قوتِ عمل) کی باگ ڈور خدا کے ہاتھ میں دیدے۔ جذبات کو فرائض پر غالب نہ آنے دے۔ حق کے لئے پوری کوشش کرے اور تمام کاموں کو خدا کا کام سمجھ کر پورا کرے وغیرہ۔

گو اب گیتا اپنی اصل شکل میں نہیں ملتی تاہم جو کچھ ملتا ہے اس میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جنہیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کوئی کتاب ہوتی تھی۔ ہندو قوم آج تک حضرت کرشنؑ کی بعثت ثانیہ کی منتظر ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے قانون کے مطابق جو شخص فوت ہوجائے پھر وہ کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آسکتا۔ ہاں

اس کا مثیل یا بروز ضرور آ سکتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں حضرت کرشنؑ کے بروز جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے 2 نومبر 1904ء کو بڑی تحدّی سے اعلان فرمایا: "اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے۔ ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں اور میں عرصہ بیس برس سے یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں اُن گناہوں کے دُور کرنے کے لئے جن سے زمین پُر ہو گئی ہے جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ روحانی حقیقت کی رُو سے وہی ہوں۔ یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا جو زمین اور آسمان کا خدا ہے اُس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تُو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ جاہل مسلمان اس کو سُن کر فی الفور یہ کہیں گے کہ ایک کافر کا نام لے کر کفر کو صریح طور پر قبول کیا ہے لیکن یہ خدا کی وحی ہے جس کے اظہار کے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔ اور آج یہ پہلا دن ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں اس بات کو مَیں پیش کرتا ہوں کیونکہ جو لوگ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ اب واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اُترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتح مند اور بااقبال تھا۔ جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔ وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پُر تھا اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔ خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ مجھے منجملہ اَور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ ہے۔ **کرشن رودّر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔ سو مَیں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اُس کا مظہر ہوں۔"**

(لیکچر سیالکوٹ)

مشہور بزرگ حضرت خواجہ مظہر جان جاناں دہلویؒ کے ملفوظات کو اُن کے خلیفہ حضرت غوث علی شاہؒ نے مرتب کیا ہے۔ اس کے صفحہ 26 پر ابوصالح خاں سے یہ روایت نقل ہے کہ وہ ایک دفعہ متھرا گئے۔ وہاں ان کو کچھ روپوں کی ضرورت پیش آئی۔ رات کو تہجدّ کی نماز ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص بعینہٖ کرشن کے مشہور حُلیہ میں اُن کے سامنے آئے اور بعد سلام کے 7 روپے بطور نذرانہ پیش کئے۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا میرا نام کرشن ہے اور یہ 7 روپے آپ کی ضیافت کے ہیں کیونکہ آپ میرے شہر میں آئے ہیں۔ ابوصالح نے کہا کہ مَیں مسلمان محمدی المشرب ہوں مَیں مشرکوں کا ہدیہ قبول نہیں کر سکتا۔ کرشن نے کہا: واہ! کیا آپ ہمیں مشرکوں میں شمار کرتے ہیں؟ ہم تو آپ ہی کے مشرب پر ہیں۔ پھر بولے کہ ہم نے تو نبی آخر الزمانؐ کی تعریف اور آپؐ کے پیروؤں کے اخلاص کا ذکر سنا تھا اب اس سے زیادہ مشاہدہ کر لیا ہے۔

اسی طرح تیرھویں صدی کے صوفی حضرت غوث علی شاہ پانی پتی کے ملفوظات موسوم بہ "تذکرہ غوثیہ" میں تحریر ہے کہ ایک ہندو پنڈت کے اصرار پر انہوں نے "برہم گائتری منتر" کا پاٹھ کیا تو جس روز ہم پاٹھ کر چکے تو آخرِ شب میں یہ خواب دیکھا کہ عین دریائے گنگ میں ایک طرف خاتم الرسل محمد مصطفیٰ ﷺ مع صحابہ کرام تشریف لائے ہیں اور ایک مجلس آراستہ پیراستہ ہوئی۔ دوسری جانب شری کرشن جی مہاراج بمع اپنے رفیقوں کے رونق افروز ہوئے۔ تب شری کرشن نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ان کو (جناب غوث علی شاہ کو) سمجھایئے یہ کیا کرتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا مہاراج تم ہی سمجھاؤ۔ پھر مہاراج نے مجھ کو بلایا اور کہا کہ برخوردار! تمہارے ہاں کیا کچھ نہیں جو دوسری طرف ڈھونڈتے ہو؟ کیا تم نے دوئی سمجھی ہے؟ یہاں اور وہاں ایک ہی بات ہے۔ (صفحہ 47)

یعنی حضرت کرشن جی مہاراج نے گائتری منتر کا پاٹھ کرنے سے منع کیا۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ منتر خدا تعالیٰ کی تعریف میں نہیں بلکہ سورج کی تعریف میں ہے اور اسے تسخیر آفتاب کا منتر خیال کیا جاتا ہے۔ ایک ہندو پنڈت نے یہی منتر اکبر بادشاہ کو سکھا کر دینِ اسلام سے بدظن کر دیا تھا۔ لیکن آج تک کبھی کوئی ایسا شخص دیکھا نہ سُنا جس کے حکم پر آفتاب چلتا یا پھرتا ہو۔

(نوٹ: گائتری منتر کا منظوم اُردو ترجمہ علامہ اقبال کی کتاب بانگ درا میں "آفتاب" کے عنوان سے شامل ہے)۔

حضرت کرشنؑ کی عمر 125 برس تھی

"گُل شگفت"

خلاقِ اعظم نے مٹی میں کچھ ایسی تاثیر رکھی ہے کہ اگر ہم ایک ہی جگہ میں مرچ، کیلا، آم، چنے وغیرہ بو دیں تو سب کا ذائقہ اور تاثیر ایک دوسرے سے مختلف ہوگی۔ اسی طرح باغ میں مختلف اقسام کے پھول ہوتے ہیں۔ مگر سب کی رنگت، خوشبو اور تاثیر الگ ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک گھرانے میں ایک ہی والدین کے بچے مختلف ناک، نقشہ، رنگت اور طبائع لے کر پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان میں بھی دو بچے ایسے پیدا ہوئے کہ ایک کی خوشبو سے زمانہ معطر ہو گیا اور دنیا کے ہر گوشے میں اس کے نام لیوا دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں مگر دوسرے نے دنیا میں ایک ناپسندیدہ فضا پیدا کی کہ اب اس کا نام جاننے والا بھی کوئی نہیں ہے۔

حضرت اقدسؑ کے ایک چچا مرزا غلام محی الدین تھے۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ یعنی مرزا امام دین۔ مرزا نظام دین اور مرزا کمال دین۔

مرزا نظام دین میں اس قدر درشتگی تو نہ تھی جو مرزا امام دین کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ مگر تاہم وہ مخالف اقدام میں اپنے بھائی کے شریک کار تھے۔ ان سب کے متعلق خدا تعالیٰ نے بذریعہ الہام بتا دیا تھا کہ یَنْقَطِعُ اٰبَائُکَ وَیَبْدَاُ مِنْکَ یعنی تیرے آباء کی نسل کاٹ دی جائے گی اور تجھ سے شروع ہوگی۔ مرزا نظام دین کے لڑکے مرزا گل محمد صاحب حضرت خلیفۃ ثانیؓ کی بیعت کر کے اس الہام کی زَد سے بچ گئے اور اب ان کی اولاد موجود ہے۔

تیسرے بھائی مرزا کمال دین بالکل تارک الدنیا ہو کر قصبہ قادیان کے باہر موجودہ باغ بہشتی مقبرہ کے جانب غرب اپنے مختصر سے باغیچے میں رہا کرتے تھے وہیں پر اُن کی قبر بھی ہے۔ یہ شخص بے ضرر انسان تھا۔ طب میں اچھی مہارت تھی ان کے بعض نسخے بڑے کامیاب تھے۔ مرزا امام دین نے حضرت اقدسؑ کے مکان کے سامنے جو دیوار بنا کر دروازہ بند کر دیا تھا اس میں مرزا کمال دین نے جج متعلقہ کو اپنی تحریر بھجوا دی تھی کہ میرا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

(تحریر مورخہ 12 فروری 1900ء)

مرزا امام دین نے جب حضرت اقدسؑ کی طرف

خلق کا رجوع دیکھا تو ان کے دل میں حسد پیدا ہوا۔ انہوں نے بھی اپنے گرد چوہڑوں کا ایک گروہ اکٹھا کرلیا اور وہ قادیان میں بالمیک کے نام کا مندر بنا کر سنکھ بجاتے۔ گھڑیال بجاتے اور ''دید'' کرتے یعنی آنکھیں بند کرکے خدا کے تصور میں مگن ہوتے۔ مرزا امام دین کی طبیعت دہریت کی طرف شدّت سے مائل تھی اور طبیعت میں بیحد استہزاء اور لغویت تھی۔ حقّہ کے بڑے رسیا تھے۔ طبقہ جہلا سے خوب گاڑھی چھنتی تھی۔ حضرت اقدسؑ کو دکھ دینے کے لئے ہر ایذا رسانی کی سکیم میں یہ ضرور شریک ہوتے اور جو شخص بھی حضرت کے خلاف محاذ کھڑا کرتا اس کے شریک ہوجاتے تھے۔

حضرت اقدسؑ کی کتاب براہین احمدیہ کے شائع ہونے کے بعد آسمان سے وحی خفی کے ماتحت جب سعید طبع لوگوں نے قادیان کا رُخ کیا۔ تو مرزا امام دین نے اپنے رسالہ ''گل شگفت'' میں لکھا کہ ہم نے قادیان میں بالمیک جی کے مذہب کو فروغ دینے کیلئے مندر بنایا ہے جہاں ہر شام سنکھ بجایا جاتا ہے اور دید کی جاتی ہے لوگوں کو چاہیے کہ جوق در جوق آکر شامل ہوں۔ کچھ عرصہ سے ہمارے قریبی سے رشتہ دار نے ایک دکان سجائی ہے اور من گھڑت الہام سُناتا ہے۔ اپنے مذہب کو فروغ دینے کے لئے اس نے کچھ لوگ اپنے گرد جمع کرلئے ہیں ان میں سے چار ٹھگ خاص طور پر مشہور ہیں۔ ایک جموں سے نکالا ہوا حکیم نوردین ہے۔ دوسرا سیالکوٹ کا کریم بخش☆ ہے۔ تیسرا محمد احسن ہے اور چوتھا بھیرہ کا فضل دین ہے۔ مرزا غلام احمد جو الہام گھڑتا ہے یہ چاروں اس پر صاد کردیتے ہیں۔ اے عوام الناس! اگر یہ شخص سچا ہوتا تو سب سے پہلے ہم اسے مانتے مگر یہ شخص مکار ہے۔ سچ ہے:

دنیا کمایئے مکر سے　　روٹی کھایئے شکر سے

لوگوں کو چاہئے کہ اسکے دام میں ہرگز نہ آئیں۔ (مفہوم)

''گل شگفت'' کے علاوہ مرزا امام دین نے ''دین حق'' اور ''دو کافروں کی کہانی'' کتابچے بھی لکھے۔

جب حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ پہلی مرتبہ 1884ء میں قادیان تشریف لائے تو حضرت نے یکّے والے کو واپسی کے لئے کرایہ بھی ادا کردیا تھا۔ یکّے والا حضرت مولانا کو مرزا امام دین کے دیوان خانہ میں لے گیا۔ آپؓ نے دیکھا کہ ایک شخص چارپائی پر بیٹھا حُقّہ پی رہا ہے۔ اور اردگرد زمین پر چند نہایت ادنیٰ قسم کے لوگ بیٹھے ہیں۔ حضرت مولانا نے لکھا ہے کہ جب میری نظر اس شخص پر پڑی تو طبیعت نے کہا کہ یہ شخص ''براہین احمدیہ'' کا مصنف ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اتنے میں مرزا امام دین نے خود ہی پوچھ لیا کہ کیوں صاحب! آپ نے مرزا غلام احمد صاحب سے ملنا ہے؟ تو حضرت مولانا کی جان میں جان آئی۔ مرزا امام دین نے ایک آدمی کو کہا کہ ان کو مرزا صاحب کے مکان کا رستہ دکھادے۔

ایک دفعہ حضرت اقدسؑ اپنے والد کی پنشن کی رقم وصول کرنے گئے۔ تو مرزا امام دین بھی ہمراہ ہوگیا اور اس نے وہ روپیہ ادھر اُدھر خرچ کروادیا۔ (سیرۃ المہدی)

ایک دفعہ مرزا امام دین نے حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو قتل کرنے کا بھی منصوبہ بنایا تھا۔ (سیرۃ المہدی)

جب لیکھرام نے حضورؑ کی توہین کی مہم شروع کی اور وہ آریہ سماج کا پراپیگنڈہ شدّ ومد سے کرنے لگا تو مرزا امام دین نے لاہور پہنچ کر لیکھرام سے درخواست کی کہ وہ قادیان آکر وہاں پر آریہ سماج کی شاخ کھولے اور کہ مرزا صاحب خود بھی ممبر بنیں گے اور فی الواقعہ وہ ممبر بن بھی گئے۔ یہ 1885ء کا واقعہ ہے۔ (مجدد اعظم حصہ اوّل)

مرزا امام دین نے 5؍جنوری 1900ء کو حضرت اقدس علیہ السلام کے مردانہ حصہ کے دروازہ کے سامنے ایک دیوار اس طرح سے کھنچوادی کہ مہمانوں کو مسجد مبارک میں جانے کے لئے بہت لمبا رستہ طے کرکے ہندو بازار میں سے گزر کرآنا پڑتا تھا۔ نیز مشترکہ خاندانی کنوئیں سے پانی لینے سے بھی منع کردیا (یہ کنواں مرزا امام دین کے دیوان خانے میں اب بھی موجود ہے)۔ اس پر حضورؑ نے اپنے چند دوستوں کو مرزا امام دین کے پاس بھجوایا اور ان سب کو سخت تاکید کی کہ اس کے ساتھ گفتگو کرتے وقت نہایت تحمل اور نرمی سے گفتگو کی جائے۔ مگر وہ فوراً ہی مشتعل ہوگیا اور نہایت غصّے سے کہنے لگا کہ ''وہ خود کیوں نہیں آیا'' اور گالیاں دینے لگ گیا۔ وفد ناکام واپس آیا۔ انہی دنوں کمشنر لاہور ڈویژن قادیان کے ایک قریبی گاؤں ہرچووالی میں نہر کے بنگلے میں ٹھہرا ہوا تھا، وفد اس سے بھی جاکر ملا مگر اس نے بھی ایک نہ سنی اور کہا کہ تم مجھ پر رعب ڈالنے آگئے ہو۔ وغیرہ

حضرت اقدسؑ دعاؤں میں لگے رہے اور مجبوراً عدالت میں نالش کردی۔ مقدمہ جیتنے کی قطعاً امید نہ تھی کیونکہ متعلقہ زمین سرکاری کاغذات سے مرزا امام دین کی ملکیت ثابت ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ حضورؑ کے وکیل خواجہ کمال الدین صاحب کی بھی یہی رائے تھی کہ کچھ روپیہ ادا کرکے امام دین سے راضی نامہ کرلیا جائے۔

اب حضور کی دعاؤں نے اثر دکھلایا۔ الہام ہوا (ترجمہ) چکی پھرے گی اور قضاو قدر نازل ہوگی یہ خدا کا فضل ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے یہ ضرور آئے گا اور کسی کی مجال نہیں جو اس کو رد کرسکے۔ مجھے میرے خدا کی قسم ہے کہ یہی بات سچ ہے اس میں کچھ فرق نہ آئے گا اور نہ یہ امر پوشیدہ رہے گا۔ اور ایک بات پیدا ہوجائے گی جو تجھے تعجب میں ڈالے گی۔ یہ اس خدا کی مرضی ہے جو بلند آسمانوں کا خدا ہے۔...... وہ اپنے ان بندوں کو بھُولتا نہیں جو مدد کرنے کے لائق ہیں سو تمہیں اس مقدمہ میں کھلی کھلی فتح ہوگی مگر اس فیصلہ میں اس وقت تک تاخیر ہے جو خدا نے مقرر کر رکھی ہے۔ تُو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں......'' (تذکرہ صفحہ 353 طبع دوم)

خدا کا کرنا یہ ہوا کہ سخت مایوسی کے عالم میں خواجہ صاحب نے ایک پرانی مسل دیکھی۔ جس کے انڈکس سے معلوم ہوا کہ حضورؑ کے والد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب بھی اس زمین کے مشترکہ مالک تھے۔ جب یہ بات جج کے سامنے پیش کی گئی تو مقدمہ کی نوعیّت ہی بدل گئی۔ اس نے انڈکس دیکھتے ہی فیصلہ دیا کہ دیوار فوراً گرائی جائے اور مرزا امام دین ایک سو روپیہ جرمانہ اور مقدمہ کے اخراجات (44 روپے) بھی ادا کرے۔

چنانچہ اسی چوہڑے نے وہ دیوار گرائی جس نے بنائی تھی۔ اتفاق سے اس دوران مرزا امام دین فوت ہوچکے تھے لہٰذا جرمانہ مع خرچہ مرزا نظام دین پر ڈالا گیا۔ حضرت اقدسؑ کے مختار حکیم فضل الدین صاحب بھیروی نے ازخود 144 روپے کی ڈگری کا اجراء بھی کرالیا۔ جب مرزا نظام الدین سے مطالبہ ہوا تو وہ سخت پریشان ہوا اور کسی شخص کے ذریعہ حضرت اقدسؑ سے ملتمس ہوا کہ یہ سب رقم معاف فرمائی جائے کیونکہ وہ ادائیگی کی استطاعت نہیں رکھتا۔ حضور کو جب علم ہوا تو آپؑ حکیم صاحب پر ناراض ہوئے کہ اجازت کے بغیر کیوں ڈگری کرائی۔ آپؑ نے مرزا نظام دین کو بھی کہلوا بھیجا کہ میرے علم کے بغیر یہ کارروائی ہوئی ہے مجھے معاف فرمائیں۔

☆مولوی صاحب کا اصل نام کریم بخش تھا مگر حضرت اقدس نے تبدیل فرما کر عبدالکریم رکھا تھا۔

نوٹ: اگر آپ بھی اپنی کسی پسندیدہ کتاب کا تعارف ''انصار ڈائجسٹ'' کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں:

07947408144